تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

مُصحفِ تاریخ

۱۴۲۹ھ

مصنفہ

حضرت ناوکؔ حمزہ پوری

ترتیب و پیش کش

سید فرد الحسن فردؔ شیر گھاٹوی

نام کتاب : مصحف تاریخ (MUSHAF-E-TAREEKH)

مصنف : حضرت ناوک حمزہ پوری

مرتب : سید فردالحسن فرد شیر گھاٹوی

ناشر : ارم پبلشنگ ھاؤس، دریاپور، پٹنہ-۴

سال اشاعت : ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

تعداد اشاعت : چارسو (۴۰۰)

قیمت : پچاس (-/50) روپے

کمپیوٹر کتابت : محمد عطاء اللہ، **لمرا پرنٹس**، شیر گھاٹی، (گیا)۔۸۲۴۲۱۱

طباعت : ارم پرنٹرس، دریاپور، پٹنہ۔۸۰۰۰۰۴

ملنے کے پتے:

(۱) ''بیت الحسن''، قاضی محلہ، شیر گھاٹی، ضلع گیا-۸۲۴۲۱۱ (بہار)

(۲) ارم پبلشنگ ھاؤس، دریاپور، پٹنہ-۴

(۳) دارالادب، حمزہ پور، ڈاک خانہ شیر گھاٹی ۔۸۲۴۲۱۱، ضلع گیا (بہار)

(۴) بک امپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ۔۸۰۰۰۰۴

رابطہ:۔

(i) 9973046607 (ii) 9430442890

(iii) 06326-222905 (iv) 9934089646

فہرست

مقدمہ

------------ سید فرد الحسن

گیا ضلعے میں معتبر تاریخ گو اُستاد شاعر حضرت حافظ عبدالرحمان بسملؔ سُنسہارویؒ اور حضرت علامہ قوسؔ حمزہ پوریؒ کے انتقال کے بعد میری واقفیت میں حضرت استاذی ناوکؔ حمزہ پوری کے سوا دوسرا کوئی ایسا شاعر نہیں جو اِس فن میں بھی کمال رکھتا ہو۔

علمی انحطاط کے ساتھ ساتھ تاریخ گویی ہی کو نہیں اس فن سے عوامی دلچسپی کو بھی دھچکا لگا ہے تاہم ایسے گھرانوں میں جہاں پچھلی تہذیب ہنوز کسی قدر باقی رہ گیی ہے مختلف تقریبات کے مواقع پر لوگ اب بھی قطعات تاریخیہ کے لیے دوڑ دھوپ کرتے دیکھے گیے ہیں۔ معاملہ تعمیرات کا ہو، کسی کی وفات کا ہو، شادی بیاہ کا ہو یا ختنے عقیقے کا ہو لوگ ان تقریبات کو یادگار بنا دینے کے لیے آج

بھی تگ ودو کرتے ہیں۔ اور اس مقصد میں کامیابی کے لیے ہمارے علاقے میں اب صرف حضرتِ ناوکؔ حمزہ پوری کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ مگر کھلا ہوا بھی کہاں ہے بلکہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ دستک دینے سے لے کر چیخ پکار کر کے بھی دروازہ کھلوانا پڑتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم باشندگان شیرگھاٹی اپنی تہذیبی روش کے مطابق بزرگوں کو حسب مرتبہ اور بلحاظ عُمر دادا، چچا، نانا، خالو، ماموں کہتے ہیں۔ یوں یہ خاکسار بھی ناوکؔ صاحب کو چچا کہتا ہے اور ماشاء اللہ ہمارے گھرانوں میں محبت وشفقت کا یہ ربط بزرگوں کے وقت ہی سے چلا آ رہا ہے۔ پھر جب سے اس خاکسار نے اپنی تخلیقات اُنھیں دکھانی شروع کیں تو یہ رشتہ مزید گہرا ہوا۔ یوں وقتاً فوقتاً بچّوں کی پیدائش پر یا بزرگوں کی وفات پر فرمائش کر کے یہ خاکسار بھی ناوکؔ صاحب سے تاریخیں لکھوا تا رہا ہے۔ حالاں کہ بیس پچیس سال قبل ہی سے آپ نے تاریخ گوئی قریباً ترک کر رکھی ہے۔

ایک بار دوران گفتگو آپ نے وضاحت فرمائی: دیکھیے برادر مکرم حضرت رضاؔ نقوی واہیؔ نے تاریخ گوشعراء کی تضحیک میں ایک نظم لکھی تھی۔ جس میں تاریخ گوشعراء کا یہ حال بیان کیا تھا کہ یہ حضرات اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کب کس کی موت کی خبر آتی ہے اور جیسے ہی خبر ان کے کانوں میں پڑی یہ جوڑ گھٹاؤ شروع کر دیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ حضرات نہ تو کسی کی خوشی میں شریک ہوتے ہیں نہ دُکھ درد میں۔ تو پھر ایسی نقلی اور دوراز کار شاعری کا کیا فائدہ؟ پھر یہ کہ اب کتنے لوگ فن جُمل سے واقفیت رکھنے والے رہ گیے ہیں؟

یوں دیدہ ریزی بھی کیجیے تو ان کا قدر دان کون ہے اور کہاں ہے؟''

کئی بار دوران گفتگو ناوکؔ صاحب کی تاریخوں کا ایک مجموعہ چھپوانے کا ذکر آیا لیکن ہر بار آپ نے بحسن طریق گفتگو کا رخ بدل دیا اور بات آئی گئی ہوگئی۔

گذشتہ مہینے حضرت طلحہ رضوی برقؔ کے قطعات تاریخیہ کا ایک کتابچہ بعنوان ''چہل قطعات تاریخ'' چھاپنے کا شرف مجھے حاصل ہوا۔مقدمہ حضرت ناوکؔ حمزہ پوری نے تحریر کیا تھا۔اس موقعے پر خیال پیدا ہوا کہ ناوکؔ صاحب کا مجموعہ بھی چھپنا چاہیے۔

ابھی پچھلے ہفتے میں شیرگھاٹی گیا ہوا تھا۔برادرم ڈاکٹر ابوذر نے آ پکڑا۔وہ اپنے پدر محترم حضرت مولانا سید محمد ظفر الباری (فاضل ندوی) علیہ الرحمہ کا قطعہ تاریخ وفات چاہتے تھے اور ناوکؔ صاحب کے حضور میری سفارش چاہتے تھے۔چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی معیت میں میں ایک بار پھر حمزہ پور پہنچا۔

ایک بار پھر ناوکؔ صاحب کے مجموعے کی طباعت کا ذکر چھڑا۔اِس طرف گذشتہ چار پانچ برسوں سے آپ کی صحت بہت متاثر ہو چکی ہے اور ہمیشہ ''پیری وصد عیب'' کے مصداق کوئی نہ کوئی عارضہ گھیرے رہتا ہے۔لٰہذا موصوف کچھ نرم پڑ گیے معلوم ہوے لیکن فرمایا کہ ''جن حضرات سے کسی نوعیت کا تعلق خاطر رکھتا ہوں ان کے بارے میں خال خال خود بھی فکر کی ہے۔ورنہ اس طرف مُدّت مدید سے ضرورت مندوں کے اصرار پر جو تاریخیں کہیں وہ ان

کے حوالے کردیں۔ ان کی نقلیں تک نہیں رکھتا۔ ایسے میں جو کچھ مواد موجود ہے اُسے لے جا کر جی چاہے تو چھاپ دو۔'' اس صورتِ حال کی شہادت کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ خود میں نے اپنے جدّ امجد کا جو قطعہ تاریخیہ آپ سے کہلوا رکھا تھا وہ میری غفلت سے کھو گیا۔ بہر حال آپ کی اس نیم رضامندی سے بھی میری خوشی کا ٹھکانا نہیں رہا۔ اور آپ کی کہی ہوئی اگلی پچھلی جو تاریخیں مجھے میسّر آسکیں انھیں مرتب کر ڈالا۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ آیا یہ کہ تاریخ گویی کیا واقعی کوئی صنف سخن ہے بھی یا محض تضیع اوقات کا ایک مشغلہ ہے۔ بادی النظر میں حضرت واہی مرحوم کے فرمودات ایک زاویے سے برحق معلوم ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دوسروں کی خوشی یا غم بسا اوقات دوسروں کے دل پر مسرت و ملال کی وہ کیفیت پیدا نہیں کرتے جس سے صاحبِ واقعہ دو چار ہوتا ہے۔ یوں تاریخ گویی محض، آوردہی آورد کی شاعری ہو کر رہ جاتی ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ حقیقت بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اس زاویے سے دُنیا کی ہر واقعاتی شاعری قابل دریابُرد ٹھہرے گی۔ بعض واقعات وہ بھی ہوتے ہیں جن سے ایک زمانہ اثر قبول کرتا ہے اور شاعر تو بدرجہ اتم حساس ہوتا ہی ہے۔ یوں تاریخ گویی کو فرمایشی یا آورد کی شاعری کہہ کے ٹالا نہیں جا سکتا۔ بے نظیر لاکھ بُری سہی لیکن اس کی موت کو ایک دُنیا نے محسوس کیا۔ قرۃ العین لاکھ نک چڑھی سہی لیکن ان کے ادبی قد کی ایک دُنیا معترف ہے۔ یہ دو تازہ مثالیں ہیں۔ ایک اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شادی و غم کے ذکر میں شعرا بے حد مبالغہ آرائی کرتے ہیں۔ ہاں یہ ایک حد تک

صحیح ہے لیکن مجھے کہنے دیجیے کہ مبالغہ شاعری کی روح ہے۔ اسے شاعری سے خارج کر دیجیے تو تاریخ گوئی ہی کیوں جملہ شاعری تنِ مُردہ سے زیادہ کوئی چیز نہیں ٹھہرے گی۔

صاحب معدن الجواہر نے فن تاریخ گوئی کے باب میں فرمایا ہے کہ:

''تاریخ نام صنعتی است از صنایع علم بدیع و ایں عبارت است از آں کہ متکلم بیان کند سال ہجری یا سال دیگر برای وقوع امری بہ لفظی یا بہ فقرہ یا مصرع یا شعر یا زیادہ ازاں کہ اعدادش بہ حساب جمل موافق سال مذکور باشد''

دوسری طرف بعض حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ بقاعدۂ جمل حروف کے اعداد کے مجموعے سے کوئی سال پیدا کر لینا کون سا کمال ہے جو تاریخ گوئی کو علم بدیع میں شمار کیا جائے؟ یہ قول بھی بادی النظر میں کچھ بُرا نہیں لگتا لیکن دیکھنا چاہیے کہ فارسی واُردو کے اساتذہ تاریخ گوشعراء نے اس فن کی وہ مہین کتائی کی ہے وہ وہ گوشے پیدا کیے ہیں، وہ وہ صنعتیں ایجاد کی ہیں جنھیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

آج کل کے بیشتر پڑھے لکھے لوگ صرف جمل صغیر، جمل وسیط اور جمل کبیر کا بھی مطالعہ کرنا چاہیں تو ایک عُمر درکار ہوگی۔ پھر صنعت عامۃ الورود، صنعت خاصۃ الوجود صنعت مقطعہ، صنعت تجمع، صنف تضاعف، صنعت تناصف، صنعت تضارب وغیرہ وغیرہ کا آج صحیح پڑھنا بھی بہتوں کے لیے دشوار ہوگا۔ ایسے ایسے محیر العقول کارناموں سے پُر فن کو بدیع نہ کہنے والوں کے بارے میں کہنا پڑے گا کہ ''آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں''

مختصراً عرض ہے کہ فن تاریخ گوئی وہ فن لطیف ہے جو تخصیص چاہتا ہے۔ اس فن میں مہارت بھی ضروری ہے اور مشق بھی لازمی۔ موزونئ طبع تو خیر فی نفسہٖ ہر قسم کی شاعری کے لیے لازمی ہے ہی۔ تاریخ گوئی کے لیے فطری ذہانت اور خداداد تخلیقی صلاحیت کا ہونا بھی از بسکہ ضروری ہے۔ تاریخ گوئی میں آورد کو ہنرمندی سے آمد کے غلاف سے اس طرح ڈھکنا پڑتا ہے جس کے لیے ذہنی کاوش اور کمال ہنرمندی کی ہر قدم پر ضرورت ہوتی ہے۔

میں نے ابتدائی سطور میں گیا ضلعے کا ذکر کیا تھا۔ مُلک گیر سطح کے شانہ بشانہ عظیم آباد کے وجود میں آنے کے بعد ہی سے بہار میں بھی قریباً ہر بڑے شاعر نے اور ہر اُستاد شاعر نے تو لازمی طور پر تاریخ گوئی سے کسی نہ کسی حد تک ربط رکھا لیکن اس فن میں جس انہماک کی ضرورت تھی اس کا حق ہر شخص ادا نہ کر سکا۔ ایسی صورت میں بحیثیتِ تاریخ گو شہرت مُٹھی بھر شعراء ہی کو حاصل ہو سکی۔ ایسے شعراء میں از آں دم تا ایں دم جن تاریخ گو شعراء نے شہرت حاصل کی ان میں حضرت شاہ غلام یحییٰ عظیم آبادی، مولانا حسرت عظیم آبادی، مولوی حیرت پھلواروی، حضرت فخر مہندانوی، حضرت علامہ تمنا عمادی پھلواروی، حضرت علامہ شاہ قتیل دانا پوری، حضرت علامہ قوس حمزہ پوری، حضرت عطا کاکوی، پروفیسر یوسف خورشیدی، پروفیسر طلحہ رضوی برق، حضرت ناوک حمزہ پوری، پروفیسر حافظ عبدالمنان طرزی، ڈاکٹر سید شاہ فتح اللہ قادری پھلواروی، اور پروفیسر منصور عمر وغیرہ کی خدمات لایق تحسین و آفرین ہیں۔ میں بلا خوف تردید کہنا چاہوں گا کہ مرحومین سے قطع نظر عصر حاضر میں بہار کے اُن تاریخ گو

شعراء میں جو بفضلہٖ ہنوز سانس لے رہے ہیں فنی ولسانی درستگی کے ساتھ برمحل و برجستہ تاریخ گویی میں حضرت برقؔ اور حضرت ناوکؔ کے مقابلے کا کوئی شاعر نہیں۔ نئی نسل میں ڈاکٹر فتح اللہ قادری اور ڈاکٹر منصور عمر سے البتہ توقع کی جانی چاہیے کہ وہ اس وراثت کی حفاظت ہی نہ کریں گے اسکی ترقی کے لیے بھی ان شاءاللہ سعی بلیغ فرمائیں گے۔

زیرِ نظر ''مُصحف تاریخ''، میں حضرت ناوکؔ حمزہ پوری کی تاریخ گویی کے نمونے یکجا کردیے گیے ہیں۔ ان میں سے کچھ تاریخیں ناوکؔ صاحب کے پاس محفوظ تھیں، کچھ میرے پاس تھیں، کچھ رسائل و جراید سے تلاش کی گئیں اور کچھ ان مقامی لوگوں سے حاصل کی گئیں جن کے بارے میں مجھے علم تھا کہ وہ ناوکؔ صاحب سے تاریخیں لکھوالے گیے ہیں۔

اس کتاب میں، ولادت، وفات، شادیات، تعمیرات، اور طباعت و اشاعت تصنیفات وغیرہ سے متعلق تاریخیں ہیں۔

اُردو کے شانہ بشانہ بعض تاریخیں بزبان فارسی بھی ہیں جو فارسی گویی پر حضرتِ ناوکؔ حمزہ پوری کی مضبوط گرفت کی نشان دہی کرتی ہیں۔

ایک بڑی اور بہت نمایاں خوبی یہ ہے کہ حضرت ناوک حمزہ پوری نے تاریخ گویی کے لیے رُباعی کی ہیئت بھی برتی ہے۔ بعض متقدمین اساتذہ سے قطع نظر معاصرین تاریخ گو شعراء میں سے غالباً کسی نے یہ مُشکل راہ نہیں اپنائی ہے۔ رُباعی کو ایک مُشکل فن کہا جاتا رہا ہے اور اسے اساتذہ کا فن قرار دیا جاتا رہا ہے۔ پھر تاریخ گویی تو بدیہی طور پر اساتذہ ہی سے مخصوص ہے۔ ناوک صاحب

نے ان ہر دو مشکل فن کو یکجا کر دیا ہے۔

ان تاریخوں کی ایک اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ بقول بعض معترضین تاریخ گوئی صرف جوڑ گھٹاؤ کا فن ہے۔ ناوک صاحب کے اکثر مادّۂ تاریخیہ میں ایسی جان دار ادبیّت ہے ایسی روح شاعری سموئی ہوئی ہے کہ واہ وا، سبحان اللہ کہنے کو جی چاہتا ہے مثلاً ماہر اقبالیات یوسف حسین خان کے باب میں ''زلیخائے ادب'' کا چیخ کر یہ کہنا کہ ''بارِ غم یوسف'' سہا نہیں جاتا۔ یا پھر ساحر لدھیانوی کے لیے یہ کہنا کہ ''سحر ساحر ٹوٹا'' یا پھر جگناتھ آزاد کے لیے کہنا کہ ''آزاد گرفتار شد'' وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

ناوکؔ صاحب اکثر بہت مختصر فقرے یا جملے سے تاریخ برآمد کر لیتے ہیں مثلاً ''علامہ ابرؔ مراجعت فرمود'' یا ''محمد رفیع بگور گشت'' یا ''رحلت عرش ملسیاں'' یا ''رخصتیٔ کلیم'' یا ''مرثیۂ حُرمت'' وغیرہ اس کی نادر مثالیں ہیں۔

دوسرے تاریخ گو شعراء کے ہاں ایسے مصرعے یا فقرے سے بھی تاریخ برآمد ہوتی ہے جو متعلقہ سال میں تمام وفات پانے والوں پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔ ناوک صاحب کی تاریخیں اس عیب سے بھی پاک ہیں۔ یہ تاریخیں اپنے مرحومین ہی کے لیے مخصوص ہیں۔

بعض تاریخوں میں صرف سن و سال نہیں بلکہ دن تاریخ اور مہینوں کا بھی ذکر آ گیا ہے مثلاً حضرت سہیل عظیم آبادی کی تاریخ، یا حضرت جمیل مظہری کی تاریخ یا حضرت مولانا علی میاںؒ کی تاریخ یا حضرت اجمل شیر گھاٹوی کی تاریخ وغیرہ۔

ناوکؔ صاحب نے دو جگہ تائے مدورہ کے چار سو عدد لیے ہیں۔ایک ''مـــدرسۃالھـــدیٰ''اور دوسری ''قرۃالعین حیدر'' کی تاریخوں میں۔لیکن اساتذہ شعرائے تاریخ گو نے عام طور پر ایسا کیا ہے۔مثلاً حضرت محمد رضا علی نے ''حـــمـــالۃ''میں اور نعمتؔ خاں عالی نے ''قرۃالعین'' میں مولوی فائق نے''خزینۃالاصول''میں،ناظم تبریزی نے ''زبدۃالصالحین''میں تے کے چار سو عدد ہی لیے ہیں اور یہ عام اصول ہے۔البتہ تائے موقوفہ میں اختلاف ہے۔لہٰذا ناوکؔ صاحب نے اپنی طرف سے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔

تاریخ گوئی بہ سلسلہ وفات ایک بہت شاندار صنف ''شخصی مرثیے'' کی روایت کو بھی آگے بڑھاتی ہے۔غالبؔ کا مرثیۂ عارفؔ اور اقبال کا اپنی والدہ کے مزار پر کہا گیا مرثیہ بہت مشہور ہے۔زیر نظر مجموعے میں عطاء اللہ کے مرثیے پر نظر ڈالیے۔واضح ہو کہ جناب عطا عابدی در بھنگوی حضرت ناوکؔ حمزہ پوری کے شاگرد ہیں۔ان کے معصوم فرزند عطاء اللہ کو ایک ظالم نے قتل کر ڈالا۔ایک دُنیا کا دل اس سانحے پر تڑپ اُٹھا۔ ناوکؔ صاحب کا تو وہ پوتا ٹھہرا۔وہ کیوں متاثر نہیں ہوتے۔چنانچہ اردو و فارسی ہر دو زبان میں اس مرثیے کو پڑھیے اور ازروئے انصاف دیکھیے کہ ان کے اشعار کیسے درد میں ڈوبے ہوے ہیں اور کتنے موثر ہیں۔

ہر چند ناوکؔ صاحب نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت کی اجازت بجبر و اکراہ مجھے دی لیکن مجھے اس کی بڑی خوشی ہے۔حضرت ناوک حمزہ پوری نے جو کثیر الجہات علمی و ادبی خدمات انجام دی ہیں تاریخ گوئی بھی بہر حال

ناوکؔ صاحب نے دوجگہ تائے مدورہ کے چار سو عدد لیے ہیں۔ایک ''مدرسۃالھدیٰ'' اور دوسری ''قرۃالعین حیدر'' کی تاریخوں میں۔لیکن اساتذہ شعرائے تاریخ گو نے عام طور پر ایسا کیا ہے۔مثلاً حضرت محمد رضا علی نے ''حمالۃ'' میں اور نعمتؔ خاں عالی نے ''قرۃالعین'' میں مولوی فائق نے ''خزینۃالاصول'' میں، ناظم تبریزی نے ''زبدۃالصالحین'' میں تے کے چار سو عدد ہی لیے ہیں اور یہ عام اصول ہے۔البتہ تائے موقوفہ میں اختلاف ہے۔لہٰذا ناوکؔ صاحب نے اپنی طرف سے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔

تاریخ گوئی بہ سلسلہ وفات ایک بہت شاندار صنف ''شخصی مرثیے'' کی روایت کو بھی آگے بڑھاتی ہے۔غالبؔ کا مرثیۂ عارفؔ اور اقبال کا اپنی والدہ کے مزار پر کہا گیا مرثیہ بہت مشہور ہے۔زیرِنظر مجموعے میں عطاءاللہ کے مرثیے پر نظر ڈالیے۔واضح ہو کہ جناب عطا عابدی دربھنگوی حضرت ناوکؔ حمزہ پوری کے شاگرد ہیں۔ان کے معصوم فرزند عطاء اللہ کو ایک ظالم نے قتل کر ڈالا۔ایک دُنیا کا دل اس سانحے پر تڑپ اُٹھا۔ ناوکؔ صاحب کا تو وہ پوتا ٹھہرا۔وہ کیوں متاثر نہیں ہوتے۔چنانچہ اردو و فارسی ہر دو زبان میں اس مرثیے کو پڑھیے اور ازروئے انصاف دیکھیے کہ ان کے اشعار کیسے درد میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کتنے مؤثر ہیں۔

ہرچند ناوکؔ صاحب نے اس کتاب کی طباعت واشاعت کی اجازت بجبر واکراہ مجھے دی لیکن مجھے اس کی بڑی خوشی ہے۔حضرت ناوک حمزہ پوری نے جو کثیرالجہات علمی وادبی خدمات انجام دی ہیں تاریخ گوئی بھی بہر حال

اس کا ایک تابناک پہلو ہے اور اس لحاظ سے قابل تذکیر ہے کہ یہ فن ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔

اس اجازت کے لیے میں ناوکؔ صاحب کا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علمی و ادبی خدمت میری قسمت میں لکھ دی تھی اس لیے میں اُس کا ہزار ہزار شکر یہ ادا کرتا ہوں۔

میں نے اُستاد سے گذارش کر کے فن تاریخ گویی کی مبادیات پر آسان زبان میں ایک مضمون لکھوا کر شاملِ کتاب کر لیا ہے تا کہ یہ رسالہ طالبان فن کے لیے بھی فائدہ بخش ہو جائے۔

''بیت الحسن''

قاضی محلہ، شیر گھاٹی (گیا)

۲۶ر جنوری ۲۰۰۸ء

عزیز الحسن

مبادیاتِ فنِّ تاریخ گوئی

-------------ناوکؔ حمزہ پوری

جہاں تک ابجد کا تعلق ہے کوئی اسے ابجد آدمؑ کہے، ابجد ادریسی کہے، ابجد نوحی کہے یا اور کچھ کہہ لے ابجد کے جو حروف ہم تک پہنچے ہیں ان کا تعلق عربی سے ہے۔ یہ بعید از امکان نہیں کہ عربوں نے یہ فن سنسکرت سے اخذ کیا ہو اور اسے تراش خراش کر ترقی دی ہو۔

جہاں تک شاعری اور اصناف شعری کا تعلق ہے دُنیا جانتی ہے کہ ایک آدھ کو چھوڑ کر جملہ اصناف سخن فارسی نے عربی ہی سے مستعار لیں اور پھر فارسی سے اُردو نے اپنے دامن بھرے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ رُباعی کی طرح تاریخ گوئی کا بھی سراغ دور دور تک ہمیں عربی میں نہیں ملتا۔ یہ عین ممکن ہے کہ عربوں نے اپنے حساب

کتاب کے لیے تو حروف ابجد کا استعمال کیا ہو لیکن اس سے شاعری میں کام نہیں لیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عربوں نے تاریخیں تو کہی ہوں لیکن ان کے نمونے دستبرد زمانہ کی نذر ہو گیے اور ہم تک نہیں پہنچ سکے۔ بزبان عربی جو تاریخیں کہی گئیں اور اُن کے بعض فِقرے یا اشعار جو ہم تک پہنچے وہ بھی مابعد کے فارسی و اُردو شعراء کے ہیں۔

اہل فارس نے بھی کب تاریخ گویی شروع کی کچھ محقق نہیں۔ حضرت سعدی شیرازی تک زیادہ رواج یوں لگتا ہے کہ تاریخ صوری کہنے کا تھا۔ شیخ سعدی نے بوستاں کا سال تصنیف رقم کیا ہے ؎

زشش صد فزوں بود پنجاہ وپنج
کہ پُر دُر شد ایں نام بردار گنج

البتہ حضرت حافظ شیرازی کے ہاں صوری ومعنوی ہر دونوع کی تاریخیں ملتی ہیں ؎

کنف رحمتِ حق منزل او داں وانگہ
سالِ تاریخ وفاتش طلب از ''رحمت حق''

اور ''رحمت حق'' سے سال مطلوبہ ۷۵۶ برآمد کیا ہے۔

ویسے بعض حضرات تاریخ گویی کی ابتدا خلیفہ ہارون الرشید یا مامون الرشید کے زمانے سے بتاتے ہیں لیکن بعض تاریخی مادّوں سے قطع نظر ثبوت کچھ نہیں ہے اور پھر یہ بھی پتا نہیں کہ یہ مادے کس نے کہے اور کب کہے۔

ہندوستان میں فارسی شعراء اس صنف کو ساتھ لے کر آئے اور یہ چھوت کی بیماری ہندوستان کے فارسی گو شعراء میں بھی پھیل گئی۔ امیر تیمور کے زمانے میں اس فن نے ترقی کی اور عہد مغلیہ میں یہ فن زمین سے اُٹھ کر آسمانِ ترقی پر پہنچ گیا۔ فارسی گو شعراء ہی کی دیکھا دیکھی بعد میں اُردو والوں نے بھی اس صنف کو اپنایا اور ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ قریباً ہر اُستاد شاعر اور ہر نام ور شاعر بھی اس فن سے اپنی بساط بھر تعلق رکھتا تھا۔

ہر چند کہ مرزا غالب کہہ گیے ہیں کہ : ع

کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے

لیکن یہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ زندگی بھر شاعری کی وساطت ہی سے روٹی بھی توڑتے رہے۔ شراب بھی پیتے رہے اور ڈومنیوں سے دل بھی بہلاتے رہے۔ سُنا ہے کہ جوے کا بھی شوق تھا۔ یہ تمام شوق شاعری ہی نے پورے کیے ورنہ موصوف کو اور آتا ہی کیا تھا؟

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ عربوں کے ہاں شعراء کی بڑی عزت ہوتی تھی۔ کسی قبیلے میں کوئی شخص شاعر ہو جاتا تھا تو اس کی بڑی توقیر و تکریم ہوتی تھی۔ لوگ جشن مناتے تھے۔ یہ روایت عربوں سے ایران میں آئی اور ایران سے ہندوستان میں در آئی۔ شہنشاہیت کے زمانے سے لے کر ابھی ستر پچھتر سال قبل نوابوں، جاگیرداروں اور امراء کے زمانے تک شعراء نے عیش ہی عیش کیے ہیں۔ روزی کی فکر نہیں، پیسوں کی فراوانی، اور وقت کی تنگی کا سوال نہیں۔ ایسے میں یکسوئی سے اپنے فن کو سجانے سنوارنے کے سوا اور

کام کیا تھا؟۔

ایسے میں تاریخ گوئی کے فن میں بھی لوگوں نے بہت سر مارے ہیں۔ وہ وہ صنعتیں ایجاد کی ہیں ایسی ایسی باریکیاں پیدا کی ہیں جنھیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اِس زمانے کے شعراء کو نون، تیل کی فکر سے اتنا وقت ہی کہاں کہ اُن کا مطالعہ کریں۔ شوق بھی بدلا ہے۔ زبان بھی رو بہ زوال ہے۔ علمی استعداد بھی کم سے کم ہوتی جاتی ہے۔ یوں اگر کوئی مطالعے کا قصد بھی کرے تو باتیں پلّے پڑنے سے رہیں۔ ایسی صورتِ حال میں تاریخ گوئی کا رواج کم سے کم ہوتا گیا اور ہوتا جا رہا ہے۔

صورتِ حال تو یہی ہے لیکن اب تک صورتِ حال یہ ہے کہ یہ فن رو بہ زوال تو ہے لیکن ہنوز مرا نہیں ہے۔ کل کلاں کو کسے پتا کہ کوئی صاحب حوصلہ اس صنف کی طرف بھی مائل ہو۔ اس لیے اس فن کی مبادیات کا ذکر بے محل نہیں معلوم ہوتا۔

فنِ جمل:۔

جمل: یہ لفظ کئی تلفظ کے ساتھ مستعمل ہے مثلاً: جُمْل، جُمُل، جَمْل، جُمَل اور اب زیادہ تر یہی چوتھی صورت رائج ہے یعنی جیم مضموم، میم مفتوح اور لام ساکن۔ حالاں کہ چلن میں جیم مفتوح بھی ہے۔

جُمَل سے مُراد حروف ابجد کا حساب ہے۔ حروف ابجد عربی حروف تہجی کے الف سے لے کر یے تک کے اٹھائیس حروف پر مشتمل ہیں جنھیں آٹھ الفاظ پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔ یہ آٹھ الفاظ ہیں۔ ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص،

قرشت، ثخذ، ضظغ

الفاظ ابجد کی شروعات یا ایجاد کے بارے میں جتنے مُنہ اتنی باتیں کے مصداق کئی باتیں مشہور ہیں۔

(۱) ان کا واضع خود اللہ تعالیٰ ہے اور یہ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کے بعد مبعوث ہونے والے انبیاء پر نازل ہوئے۔ چنانچہ ابجد آدم، ابجد ادریسی، ابجد نوحی وغیرہ وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

(۲) یہ سریانی اور بعض علماء کے مطابق عبرانی زبان کے الفاظ ہیں۔

(۳) اس کا موجد حکیم ارسطو اور بعض علماء کے نزدیک حکیم فیثا غورث ہے۔

(۴) کوئی بادشاہ آبا جاد تھا۔ اسی کا نام مخفف ہوکر ابجد ہوا اور بقیہ سات الفاظ اس کے سات بیٹوں کے نام تھے۔ یوں کل ملا کر آٹھ الفاظ ہوئے۔

(۵) ایک روایت یہ بھی ہے کہ مرامر نام کا کوئی بادشاہ تھا جس کے آٹھ بیٹے تھے اور یہ انھیں صاحبزادوں کے نام ہیں۔

یہ تمام فرضی داستانیں معلوم ہوتی ہیں اور عقل کی کسوٹی پر پوری نہیں اُترتیں۔ اول تو یہ کہ جو حضرات تسلیم کرتے ہیں۔ یہ الفاظ بذریعہ وحی الٰہی پیغمبروں مثلاً حضرت آدم، حضرت ادریس حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ وغیرہ علیہم السلام کو سکھائے گیے ان کی نگاہ سے یہ تاریخی

حقیقت اوجھل ہوگئی کہ ان تمام انبیاء کی زبان ایک نہیں تھی اور یہ کہ خود قرآن کریم شاہد ہے کہ ہر ہر قوم کے پاس انبیاء انھیں کی زبانوں میں مبعوث ہوئے۔

حکیم ارسطو یا فیثاغورث کے باب میں بھی کسی کے پاس کوئی دلیل محکم نہیں ہے اور یہ بات بھی اٹکل پچو ہی معلوم ہوتی ہے۔

بادشاہ آبا جاد ہو یا مرامر۔ یہ بات مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے کہ ان کے ہاں گنتی کے سات یا آٹھ فرزند ہی ہوئے اور ان کے نام بھی اس حکمت کے ساتھ رکھے گیے کہ ایک کے نام کا کوئی حرف دوسرے کے نام میں استعمال نہیں کیا گیا۔

بس ایک بات بہت واضح ہے کہ ان الفاظ کا واضع عاقل ودانا ضرور تھا اور یہ الفاظ اس طرح مرتب کیے کہ کسی ایک لفظ کا کوئی حرف دوسرے میں شامل نہ ہو۔

دوسری بات بہت قابل غور یہ ہے کہ ان تمام الفاظ میں عربی حروف تہجی ہی کے تمام حروف شامل ہیں اور یوں عربی سے ان کا تعلق منطقی معلوم ہوتا ہے۔

یہ تاریخی حقیقت بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ ہندسوں کی ایجاد سے پہلے دُنیا کی قریباً ہر زبان میں حروف یا دوسری اشکال ہی سے حسابی کام لیا جاتا رہا ہے۔ اس کا نشان یونانی تہذیب کی ابتدا ہی سے ملتا ہے۔ رومن رسم الخط کے حروف I، V، X، L، C اور M وغیرہ سے ہندسوں

کا کام لینے کا رواج تو آج بھی موجود ہے۔

سنسکرت کی سنکیت وڈیا میں حروف کی تعداد مقرر ہے۔ بقول پنڈت جگت موہن پرسادو دیا بھوشن سنسکرت کے ۳۶ر حروف مقطعات ہیں اور یہ کہ عربوں نے جمل کا علم سنسکرت ہی سے اخذ کیا۔ واللہ اعلم۔

عرب بھی ظہور اسلام کے قبل ہی سے تمام حسابی مقاصد کے لیے حروف ہی کا استعمال کرتے تھے۔ تا آں کہ ہندسے ایجاد ہوے پھر ہندوستان نے صفر ایجاد کی۔ عربوں نے اس سے بھی استفادہ کیا اور یہ بات اُن سے اس طرح منسلک اور معروف ہوئی کہ آج بھی ان ہندسوں کو عربی ہندسے کہتے ہیں۔

یوں اتنی بات واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ حروف ابجد کا کہیں نہ کہیں بہت مضبوط رشتہ عربی زبان سے ضرور ہے۔

بہر حال حروف ابجد کے اعداد خواہ جب مقرر ہوے ہوں اور جس نے بھی مقرر کیے ہوں۔ وہ ہم تک اس طرح پہنچے ہیں:۔

ابجد (ا=۱، ب=۲، ج=۳، د=۴)

ہوّز (ہ=۵، و=۶، ز=۷)

حطی (ح=۸، ط=۹، ی=۱۰)

کلمن (ک=۲۰، ل=۳۰، م=۴۰، ن=۵۰)

سعفص (س=۶۰، ع=۷۰، ف=۸۰، ص=۹۰)

قرشت ((ق=۱۰۰، ر=۲۰۰، ش=۳۰۰، ت=۴۰۰)

ثخذ (ث=۵۰۰، خ=۶۰۰، ذ=۷۰۰)

ضظغ (ض=۸۰۰، ظ=۹۰۰، غ=۱۰۰۰)

اہل فارسی کو جب ان سے سابقہ پڑا تو انھوں نے اپنی زبان کے مخصوص حروف پ، چ، ژ اور گ کے الگ اعداد مقرر نہ فرمائے بلکہ پ کو ب کا، چ کو ج کا، ژ کو ز کا اور گ کو ک کا ہم عدد قرار دے لیا۔ یوں پ=۲، چ=۳، ژ=۷ اور گ=۲۰ تسلیم کر لیے گیے۔

ہندوستان میں اُردو والوں نے اپنی زبان کے حروف ٹ کو ت کے برابر، ڈ کو د کے برابر، ڑ کو ر کے برابر تسلیم کر لیا۔ یعنی ٹ=۴۰۰، ڈ=۴، ڑ=۲۰۰ مان لیے گیے۔ یہی نہیں ہکاری حروف جنھیں اردو والے مخلوط حروف کہتے ہیں مثلاً بھ، پھ، تھ، ٹھ، تھ، چھ وغیرہ تو ان کے لیے اصل حروف کے ساتھ ہ کا پانچ عدد جوڑ دیا۔ مثلاً بھ (ب+ہ)=(۲+۵=۷) یہی حال پھ کا بھی ہے۔ جھ (ج+ھ=۳+۵=۸) اسی قاعدے سے تمام ہکاری حروف کے اعداد بھی تسلیم کر لیے گیے۔

بقاعدہ جمل حروف ابجد کے انھیں مقررہ اعداد کے مطابق صنف تاریخ گویی کی اساس استوار کی گئی۔ حیات وموت، شادی وغم کسی بھی واقعہ کے لیے ایسے فقرے، جملے خواہ موزوں ہوں یا غیر موزوں کے حروف کے عدد سے اگر سالِ وقوع برآمد ہوتا ہو تو اُسے مادّۂ تاریخ کہتے ہیں۔

اعداد کے شمار میں بعض رہنما اصول:۔

تاریخ گویی میں مسلّمہ قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ حروف مکتوبی کا لحاظ

رکھا جاتا ہے ملفوظی کا نہیں مثلاً فوراً میں ف، و، ر اور الف کے اعداد لیے جائیں حالاں تلفظ فورن ہوتا ہے یوں ہی خواب، خواہش وغیرہ میں ہر چند واؤ کا تلفظ نہیں ہوتا لیکن اس کا عدد لازماً حساب میں لیا جائے گا۔ یعنی خواب کے ۶۰۰ + ۶ + ۱ + ۲ = ۶۰۹ عدد ہوں گے۔

اعراب، زبر، زیر، پیش، سکون، تشدید، تنوین، کھڑا یا پڑا زبر یا زیر، خواہ چھوٹی ہو یا بڑی کی کوئی قیمت نہیں، کوئی عدد نہیں۔

ہمزہ کا کوئی عدد نہیں لیا جاتا۔ شاذ و نادر بعض تاریخ گو حضرات نے بحال مجبوری ہمزہ کا ایک عدد لے لیا ہے مثلاً حضرت جلیل بلگرامی نے ''یورثہا من یشاء'' سے فرخ سیر کا سن جلوس برآمد کیا اور ہمزہ کا ایک عدد لے کر سنِ تاریخ پورا کیا۔ اِسے شاعر کا عجز قرار دیا جائے گا۔

البتہ ہمارے ہاں اُردو میں ہمزہ یے کی تخفیف کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً فعل مذکر ''ہوگیا'' کا مونث ''ہوگئ'' مستعمل ہے۔ یہ اصلاً (ہ و گ ی ی) ہے۔ اسی طرح بعض الفاظ میں جہاں متصل دو یے آئی ہیں ایک کو ہمزہ سے بدل دینے کا رواج ہے۔ لیکن تاریخ گوئی میں اصل یے ہی کا عدد محسوب ہوگا۔ مثلاً رئیس (اصل میں ر+ی+ی+س) ہے۔ تخئیل میں (ت + خ + ی + ی + ل) ہے اس لیے اس قبیل الفاظ میں بجائے ہمزہ یے کا عدد لیا جائے گا۔

بعض عربی الاصل الفاظ میں آخر میں آنے والی یے پر الف خنجری لگاتے ہیں مثلاً عیسیٰ، موسیٰ، اعلیٰ، وغیرہ۔ ایسے تمام الفاظ میں یے کے دس

عدد شمار ہوں گے۔ الف خنجری کا کوئی اعتبار نہیں۔

''ب'' فارسی و عربی الفاظ کے ساتھ مختلف معنیٰ میں استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً بسروچشم، اسے بہ سروچشم بھی لکھتے ہیں اسی طرح باعتبار یا بہ اعتبار، بخانہ یا بہ خانہ، ایسے بے کی کتابت جس طرح ہوگی اُسی طرح اس کا عدد بھی لیا جائے گا مثلاً بسروچشم میں صرف دو عدد لیا جائے گا لیکن بہ سروچشم میں ب+ ہ=۲+۵=۷عدد لیے جائیں گے۔

ت۔ تے کی دو شکلیں مروّج ہیں۔ اول تو یہی تائے مبسوط یعنی لمبی ''ت'' مثلاً حالت، بات، خرافات وغیرہ۔ دوم جو لفظ میں آخر میں آتی ہے عموماً تائے تانیث ہوتی ہے اور گول ''ۃ'' لکھی جاتی ہے یہ تائے مدوّرہ بھی کہی جاتی ہے اور تائے مربوط بھی۔ یہ تائے مدوّرہ حالت وقف میں ہو تو اس پر نقطہ بھی نہیں لگاتے۔

عام طور پر اس گول ۃ کو ہ قرار دے کر اس کے پانچ عدد لیتے ہیں۔ بعض معتبر تاریخ گو حضرات نے تائے مبسوط کی طرح اس کے چار سو بھی لیے ہیں۔ ایک تیسری جماعت کا قول ہے کہ اگر تائے مدورہ حالت وقف میں ہو تو ہے کی طرح اس کے بھی پانچ عدد ہی لیے جائیں۔ اور اگر حالت غیر وقف میں ہو اور متصل لفظ سے ملتی ہو تو تے کی طرح اس کے بھی چار سو محسوب ہوں گے۔ یہ تینوں صورتیں اساتذہ نے اختیار کی ہیں۔

کاف بیانیہ یا استفہامی مثلاً ''میں نے کہا کہ یہ کام مُشکل ہے'' یا یہ کہ ''کہ گفت؟'' اور حرف نفی نون جب کلمے سے الگ آئیں تو ہ کے ساتھ

آتے ہیں یعنی کہ، نہ وغیرہ اور یوں کہ =۲۰+۵= ۲۵ ہے اور نہ =۵۰+۵=۵۵ ہے۔

اللہ= میں الف+لام+لام اور ''ہ'' چار حروف ہیں۔ چالیس بیالیس سال قبل حضرت بسمل سنسہارویؒ کے فرزند اکبر حضرت زین العابدینؒ نے اس خاکسار سے اچھی خاصی بحث کی تھی۔ وہ فرماتے تھے کہ بقاعدہ جمل تشدید کا کوئی اعتبار نہیں اور لفظ اللہ میں الف لام اور ہ تین حروف ہیں البتہ لام مشدّ د ہے۔ پھر اللہ کے اعداد ۳۶ نہ ہو کر ٦٦ کیوں لیے جاتے ہیں۔

اللہ میں ال ل ہ چار حروف ہیں۔ یہ اصلاً الا الٰہ تھا۔ قاعدۂ عربی کے لحاظ سے تعلیل جاری ہوئی۔ یعنی الف دوم کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی گئی اور ہمزہ کو گرا دیا گیا۔ یوں اللہ ہوا۔ اب دو لام متحرک جمع ہو گیے اول کو ساکن کر کے دوسرے میں ادغام کیا۔ اللہ ہو گیا۔ اس تعلیل کے لحاظ سے کتابت لام مُشدّ د کے ساتھ اَلٰہ ہونی چاہیے تھی لیکن رسم خط قرآنی میں دونوں لام قائم ہیں۔ اس لیے اہل جمل نے یہی رسم خط باقی رکھا اور بالاتفاق اس کے ٦٦ عدد محسوب کیے۔ اس میں کہیں اختلاف نہیں۔

بعض الفاظ میں لکھتے تو ہیں نون لیکن پڑھتے ہیں میم۔ مثلاً تنبا کو (اب عام طور سے تمباکو ہی لکھتے ہیں) اور اَنبہ۔ یہ اب بھی انبہ ہی لکھا جاتا ہے۔ تو آپ جس طرح اِسے لکھیں یا لکھا ہوا پائیں ہمیشہ حروف مکتوبی ہی کا لحاظ رکھیں یعنی انبہ=۱+۵۰+۲+۵=۵۸ ہوگا۔

شعراء نے اسی بنیاد پر صنف تاریخ گوئی ایجاد کی۔ بلحاظ ہئیت چوں کہ کثرت سے اس کے لیے قطعے کی ہئیت برتی گئی اس لیے یہ صنف ''قطعۂ تاریخ'' سے مشہور ہوگئی لیکن رفتہ رفتہ غزل، مثنوی اور دوسری ہئیتوں میں بھی تاریخیں کہی گئی ہیں یہاں تک کہ رباعی کی ہئیت بھی استعمال کی گئی۔ اس لیے یہ صنف اپنی ہئیت سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ صرف داخلی شناخت رکھتی ہے۔

اقسام تاریخ:۔

صوری:۔ کوئی جملہ یا مصرع ایسا ہو جس میں سال واقعہ بیان کر دیا گیا ہو مثلاً ۲۰۰۴ء میں مرنے والے کے لیے کہہ دیا جائے۔ ع مُرد در سال دو ہزار و چہار۔

معنوی:۔ مادۂ تاریخیہ میں برتے گیے حروف کے اعداد کو جمع کرنے سے سال واقعہ ظاہر ہو مثلاً: ''مرثیہ حُرمت'' سے حرمت الاکرام کا سال وفات ۱۴۰۳ھ برآمد ہوتا ہے۔

چند صُنعتیں:۔

تعمیہ وتخرجہ:۔ تاریخ گوئی میں صنایع زیادہ تر شعراء کی مُشکل پسند طبیعت نے پیدا کیے ہیں۔ لیکن تعمیہ وتخرجہ اصل میں شعراء کے عجز کی کوکھ کی پیداوار ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ کسی مادّۂ تاریخیہ میں عدد مطلوب سے کچھ عدد کم یا زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس نقص کو دور کرنے کے لیے بعض الفاظ یا حروف کے عدد جوڑ یا گھٹا دیتے ہیں اور اس کی بابت اسی مصرعے میں یا اگلے

مصرعے میں وضاحت کر دیتے ہیں۔

مثال تعمیہ:۔ از سرِ آسماں ندا آمد

"شاعر بے مثال فوت شدآہ"

سرِ آسماں یعنی الف کا ایک عدد جوڑنے سے مصرعِ ثانی سے جلال لکھنوی کا سال فوت ۱۹۵۱ء برآمد ہوتا ہے۔

مثال تخرجہ:۔ سن فوت شُد بے سر اشتباہ

"وفاتِ حسین احمد ذی شرف"

بے سرِ اشتباہ یعنی الف کا ایک عدد مصرعِ ثانی کے اعداد سے گھٹا دینے سے سال وفات حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ۱۹۵۷ء ظاہر ہوتا ہے۔

اساتذہ نے قید لگا دی تھی کہ تعمیہ وتخرجہ اکائی کے عدد تک محدود ہونا چاہیے۔ یعنی یہ کہ ایک سے نو تک۔ اس سے زیادہ کا تعمیہ وتخرجہ مناسب نہیں۔ لیکن شعراء نے اس کی پابندی نہیں کی ہے۔

منقوط ومہملہ:۔ بعض ایسے مصرعے یا مادّہ تاریخیہ برآمد کرنا کہ اُن کے صرف نقطے دار حروف کے اعداد سے یا صرف بے نقطہ حروف سے سن واقعہ برآمد ہو۔ یہ ایک لاجوب مثال سامنے ہے جس سے بیک وقت دونوں صنعتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

سر جُدا شد از حسین وگشت تاریخ آشکار

حسین کا سر جدا ہوا اور تاریخ ظاہر ہوگئی۔ حسین کا سر یعنی ح سے نکال دیجیے۔ بچ رہتا ہے س۔ ی اور ن۔ ان میں بے نقطہ حرف س ہے اور اس کے عدد ساٹھ

ہیں۔ یہی سال ہجری شہادت حسین کا ہے۔ نقطے دار حروف ی اور ن ہیں اور ان کے عدد ۱۰+۵۰=۶۰ ہوتے ہیں۔ یہ مثال تخرجہ کی بھی ہے کہ اس میں ح کو جدا کرنے کا حکم ہے۔ ایسی نادر تاریخیں شاعر کا کمال ظاہر کرتی ہیں۔

صنعت توشیح:۔ یہ وہ صنعت ہے کہ شعر کے مصرع اولیٰ کے یا دونوں مصرعوں کے حرف اوّل جمع کرتے جائیے اور ان کے اعداد کے جمع سے سال واقعہ برآمد کر لیجیے۔

ان کے علاوہ اساتذہ شعراء نے بے شمار صنعتیں ایجاد کیں اور ان میں اپنے کمالات دکھائے۔ مثلاً مربع، مدوّر، زُبر و بیّنہ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن موجودہ دور کے شعراء کے پاس اس قدر سر کھپانے کی نہ اہلیت ہے نہ وقت میسّر ہے نہ تاریخ کی قدردانی رہ گئی ہے۔ اسلئے ضرورت بھر مفید باتیں تحریر کر دی گئیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

سیدہ بی بی اصلن صاحبہ مرحومہ

والدۂ سید عظیم الدین رضوی مرحوم

(۱)

مادرِ سیّد عظیم الدیں

حسرتا رفت زیں جہاں ناگاہ

گفت ہاتف بہ ناوکِ غمگیں

''اصلنِ مہر خلق فوت شد آہ''

۱۹۴۲

ا۔ سید عظیم الدین رضوی امرتھی مرحوم کے پاس حضرت قوسؔ کی کہی ہوئی متعدد تاریخیں تھیں۔ انھیں وہ ایک کتابچہ میں مرتب کر کے چھپوانا چاہتے تھے۔ ان کی والدہ مرحومہ کی تاریخ کھو گئی تھی۔ چنانچہ یہ کمی پوری کرنے کو خاکسار نے ۱۳۹۰ھ میں یہ تاریخ کہی۔

سید شعیبؔ رضوی امرتھی

(۲)

شعیبِ[1] احمدِ رضوی صد افسوس
روانہ شُد ز دُنیا سوی جنّت
بہ ناوکؔ گفت سالِ فوت ہاتف
''شعیبِ رضویؔ نازک طبیعت''

۱۳۶۷

[1] برادر بزرگ سید عظیم الدین امرتھی (مونگیر)

سید عبد المجیب مرحوم

(۳)

پُر شدہ جامِ حیات سید عبدالمجیب
شُد عظیم الدین رضوی از و فاآتش غم نصیب
ہاتفِ غیبی بہ ناوکؔ گفت سالِ ارتحال
''انتقالِ شمعِ محفل سید عبدالمجیب''

۱۳۷۶ھ

[1] برادر نسبتی سید عظیم الدین رضوی مرحوم

علامہ قوسؔ حمزہ پوریؒ

(۴)

چیست ایں شورِ قیامت، چیست ایں آہ وفغاں
از برای کیست ماتم از زمیں تا آسماں

کیست کز رنج و فاتش عالمی گر یہ کناں
کیست کز دردِ فَراقش نوحہ خواںؔ پیرو جواں

حسرتا ، دردا ، دریغا رہ نوردِ خُلد شُد
قوسؔ حمزہ پوریؒ ذی علم و یکتای زماں

جانشینِ صدق شبلیؔ و شفقؔ دردا نماند
گل چراغِ محفلِ شعر و سخن شد ناگہاں

مخزنِ خُلق و مروّت ، معدنِ صدق و صفا
طوطئ باغِ معانی ، شاعرِ شیریں بیاں

در علوم ظاھری و باطنی کان العلوم
در تصوف پیرِ پیرانِ طریقت بی گماں

زاھدِ تقوی شعار و عابد شب زندہ دار
آہ آں صوفئ صافی قطبِ اقطابِ زماں

بعد از سہ روز ناوکؔ راخبر عثمان داد
''کردر حلت قوسؔ حمزہ پوریؒ جادو بیاں''

۱۳۸۳ھ

سیدہ عائشہ مرحومہ

(۵)

چل بسیں بی عایشہ وا حسرتا
رو رہے ہیں لوگ غم سے زار زار
لکھ دی ناوک نے یہ تاریخ وفات
"انتقالِ عایشہ عالی وقار"

۱۳۸۶ھ

۱؎ ہمشیرۂ جناب عظیم الدین رضوی امرتھی مرحوم

شکیل بدایونی

(۶)

کیوں نہیں پڑتی کسی پہلو دل بیکل کو کل
کیا ہوا جو چشم گریاں سے لہو آئے نکل

یک بیک کانوں میں آئی یہ صدائے دل خراش
خرمنِ شعر وسخن پر گر پڑی برقِ اجل

چل بسا دُنیا سے آج اک شاعرِ نازک خیال
تاج دارِ ہفت اقلیم سخن ، شاہ غزل

یعنی رحلت کر گیے دنیائے فانی سے شکیلؔ
ہوگیا حُکمِ قضا ''دار البقا کی سمت چل''

فلم کی محفل ہے سونی سوگ میں بزمِ ادب
چارسُو ہے آہ و نالہ، سب کی آنکھیں ہیں سَجَل

عیسوی و ہجری دونوں میں ہے سال ارتحال
''میرِ بزمِ شعر ونغمہ'' ''عالم آرائے غزل''
۱۹۷۰ء ۱۳۹۰ھ

شاغلؔ قادری

(۷)

خوش بیاں، شیریں سخن، صد حیف شاغلؔ قادری
واقف اسرار فن صد حیف شاغلؔ قادری
آہ رفتہ زیں جہانِ بے بقا سوی عدم
بود یار غار من صد حیف شاغلؔ قادری
از غم و رنج فراقت محفل احباب شد
غرق در یای محن صد حیف شاغلؔ قادری
کرد تا آخر بسر در خدمتِ ہندوستاں
خادمِ قوم و وطن صد حیف شاغلؔ قادری
ہاتفِ غیبی بہ ناوکؔ گفت سالِ ارتحال
آہ طوطئ چمن صد حیف شاغلؔ قادری

۱۹۷۱ء

مولوی عتیق احمد (جامعہ ملیہ)

(۸)

مولویؔ عتیق احمد افسوس چل بسے دے کے داغ جُدائی
بہر تعلیم لندن گیے تھے آسکے جیتے جی پھر نہ دِلّی
خدمتِ خلق تھا ان کا شیوہ درس و تدریس میں عُمر بیتی
بجھ گئی اوراک شمع روشن ہوگئی ختم اوراک کہانی
سال رحلت لکھا میں نے ناوکؔ
مولویؔ عتیقِ بہشتی

۱۳۸۹ھ

لے حضرت حسین حسان مدیر پیام تعلیم کی فرمائش پر لکھی

علامہ ابرؔ مراجعت فرمود

۱۳۹۳ھ

(۹)

گوشِ عبرت نیوش ایں چہ شنفت
ابر از آسماں بگور نہفت
ابر نیسانِ آسمانِ سخن
دُرّ یکتای فن نداشتی جفت
بود استادِ فنِ شعر و سخن
مرحبا ھر چہ گفت ، خوب بگفت
نکتہ رس ، نکتہ سنج و نکتہ شناس
لعل و گوھر بسلک شعر بسفت
زیں جہاں رہ نورد جنّت شُد
خاطر از قتل او بسی آشفت
ہاتفِ غیب گفت سالِ وفات
''جلوہَ نازِ ابرؔ آہ بخُفت''

۱۳۹۳ھ

ل علامہ ابراحسنی گنوری

سلیمان خطیب

(۱۰)

یکی ز اھل قلم، اہلِ علم اھلِ زباں
زبزمِ شعر و ادب رفت سوی باغ جناں

ھزار حیف بدار القرار رحلت کرد
خطیب شاعر ھر دل عزیزِ ہندوستاں

میان بست و یکم بست و دوم زاکتوبر
بُرید از ھمہ، رُخ کرد سوی ربّ جہاں

خرابیٔ جگر و گردہ بودہ حیلۂ موت
سپرد جان، بجان آفریں تواں نتواں

سنِ وفات بہ ناوکؔ بگفت ھاتفِ غیب
خطیبِ زبدۂ آفاق ، بلبلِ بُستاں

۱۳۹۸ھ

محمود احمد ہنرؔ

(۱۱)

افسوس کہ یک دانہ گہر بھی نہ رہا
نیرؔ[۱] سا ادیب نام ور بھی نہ رہا
اعجازؔ[۲] کو رو رہے تھے ہم اے ناوکؔ
"قدرتِ حق ! احمد ہُنرؔ بھی نہ رہا"

۱۳۹۸ھ

۱؎ شفیق الدین نیرؔ ۲؎ اعجازؔ صدیقی مدیر شاعر

محمد شفیع الدین نیّر

(۱۲)

کس کے غم میں آج پُرنم دیدۂ افلاک ہے
گلشن شعر و ادب کیوں اس قدر غم ناک ہے
کر گیے رحلت شفیع الدین نیّرؔ آہ آہ
ملک بھر میں، جن کی بچوں کے ادب پر دھاک ہے
تھا ضیا بخش جہاں کل نیّرِ شعر و ادب
آہ یہ کیا ہوگیا وہ آج زیرِ خاک ہے
آہ وہ بچوں کا شاعر آہ بچوں کا ادیب
ناگہانی موت اس کی کتنی حسرت ناک ہے
حرکتِ دل بند ہو جانے سے نیّرؔ چل بسے
غم زدہ ہر شخص زیرِ گنبدِ افلاک ہے
لکھ دیا ناوکؔ نے ہجری میں یہ سال ارتحال
''نیّر علم و ادب امسال زیرِ خاک ہے''

۱۳۹۸ھ

عزت مآب فخر الدین علی احمد

صدر ہندوستان

(۱۳)

حسرتا صدر ہند فخر الدیں
شُد ز دار فنا بخلد مکیں

کردرحلت ازیں جہاں ہیہات
سیّدِ قوم صدرِ اوج نشیں

فخر ہندوستان و فخر جہاں
فخرِ آباءَ فخرِ مِلّت و دیں

آں چُناں دورہٗ دل افتادہ
کہ نیاورد تاب جانِ حزیں

بہرِ سالِ وفات ناوکؔ گفت

صاحبِ رتبہ صدر فخر الدیں

۱۹۷۷ء

حضرت اعجاز صدیقی مدیر شاعر

(۱۴)

چہ شُد، بر پا در اقلیمِ ادب شورِ قیامت شُد
مدیر شاعر از بزم جہاں ناگاہ رخصت شُد
کسی گوید کہ گُم یک گوھر بحر صحافت شُد
فغانی می کند شخصی کہ گُل شمعِ ادارت شُد
دریغا، حسرتا، دردا، جناب اعجاز صدیقی
زعرشِ شہرتِ شعر و ادب در کُنجِ تربت شُد
نہ ماند آں جانشینِ حضرتِ سیماب واا سفاء
چراغِ دود ماں آسودہ زیرِ ظلِّ رحمت شُد
چو سال رحلتش در عیسوی ناوک بجستم من
''سر اقیلم بگفت اعجاز صدیقی بجنّت شُد''

۱۹۷۸ء

حضرت نوؔر نوحی آروی

(۱۵)

انتقالِ نوؔرِ نوحی آروی شُد نا گہاں
بود میر کاروانِ خادمِ اردو زباں

حسرتا آں جانشینِ صدق نوحؔ ناروی
زیں جہانِ بے بقا رفتہ سوی دار جناں

شاعرِ بے مثل، استادِ سخن، جادو رقم
نکتہ سنج ونکتہ پرور، نکتہ بین ونکتہ داں

از وفاتش بزم نورِ آرہ شد اندوہ گیں
در فراقش جملہ اربابِ قلم ماتم کناں

ہاتفِ غیبی بہ ناوکؔ گفت سالِ ارتحال
نادرالعصر آہ نورِ نوحیؔ خلد آشیاں

۱۹۷۸ء

ڈاکٹر یوسف حسین خاں ماہر اقبالیات

(۱۶)

یہ تو نے کیا کیا؟ پیکِ اجل! سو بار تجھ پر تُف
ستم ایجاد نے ایک اور شمعِ اُردو گُل کی اُف!
بصد اندوہ وغم ناوک زلیخائے ادب چیخی
سہا جاتا نہیں واحسرتا ''بارِ غم یوسف''

۱۳۹۹ھ

ماہرالقادری انتقال کرد

(۱۷)

خامہ اوّل بگفت بسم اللہ — تا کند ذکر مرد حق آگاہ

ایں چہ افتاد ، اوفتاد ، اللہ — چیست ایں شورِ نالۂ جاں کاہ

داعیِٔ دیں ، مبلّغ اسلام — پیروِ شارعِ رسول اللہؐ

پیکرِ حُسنِ خُلق و صلحِ کُل — آئینہ دار حُکم لااکراہ

مدح خوانِ رسول و ذاکرِ حق — روز و شب ذکر، شکر شام و پگاہ

نور توحید جلوہ بار بہ دل — برزباں لاالـــــہ الا اللہ

عینِ مصداقِ ''انتم الاعلون'' — ہست فاراں برایں دلیل و گواہ

عالمِ دین و صاحبِ دانش — کرد رحلت ازیں جہاں ناگاہ

دورۂ دل فتاد در جدّہ — قصّۂ زندگانی شُد کوتاہ

شادمانی بہ غم مبدل شُد — گشت ماتم کدہ مشاعرہ گاہ

بہر تعظیم نعت گوی رسولؐ — بود رضواں بخلد چشم براہ

ہاتف غیب گفت سال وفات

محبِّ محبوبؐ شاعر ذی جاہ

۱۳۹۹ھ

آہ! غم بال مکند عرش ملسیانی ہے

۱۹۷۹ء

(۱۸)

دل گرفتہ بہت ہوئے شعراء　　غم زدہ ہو گیے سبھی ادباء

دفعتاً اس سرائے فانی سے　　عرشؔ نے عرش کا لیا رستا

نام ور اہلِ علم و اہلِ قلم　　شاعر بے عدیل و بے ہمتا

بیٹے تھے جوشؔ ملسیانی کے　　عرشؔ کا نام عرش تک پہنچا

ہندی اُردو میں صاحبِ تصنیف　　نام پیدا ادب میں اپنا کیا

حضرت عرشؔ ایک مُدّت تک　　''آج کل''[۱] سے رہے تھے وابستا

بہر تاریخ فوت ناوکؔ نے

''رحلت عرش ملسیان'' لکھا

۱۳۹۹ھ

[۱] ماہنامہ آج کل نئی دہلی

ذکی انور

(۱۹)

شنیدم ایں چہ امروز اناللہ ذکی انور شدہ مقتول ، اللہ!
قلم کاراں بمرگِ او بزارند زفوتش برلبِ دانشوراں آہ
نماند ای وای افسانہ نگاری ادیبِ نام ور مردِ حق آگاہ
شدہ نذر فسادِ ٹاٹا افسوس بر آمد نعش او کردند از چاہ

بہ ناوکؔ گفت سالِ فوت ہاتف
ذکی انور شہیدِ بی گنہ آہ

۱۳۹۹ھ

پنڈت میلا رام وفا

(۲۰)

شاعرِ زقیود زندگانی بر جست
تارِ نفَسِ مردِ مجاھد بشکست
ھاتف از غیب بہر تاریخ وفا
گفتا ''میلا رام وفا مست الَست''

۱۴۰۰ھ

مولانا مقبول احمد خاں مدرّس

مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ

(۲۱)

عالمِ دیں حضرتِ مقبول احمد آہ آہ

شد غریقِ رحمت والطاف و اکرامِ الہٰ

بود یکتا درعلومِ منطقی بی اشتباہ

فلسفی بی بدل، ذی علم و ذی اقبال وجاہ

غرق اندوہِ فراقش شُد مجیبی خانقاہ[1]

از وفاتش خستہ دل سیّد نظام الدین[2] شاہ

ہاتف غیبی بہ ناوک گفت سالِ ارتحال

منطقیٔ رمز داں مقبول احمد خان آہ

۱۳۹۹ھ

[1] خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ [2] ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

(۲۲)

چہ دل خراش خبر نشر گشت وا اسفاء

کہ بست رختِ سفر زیں جہاں ابوالاعلیٰ

عظیم مصلح و بی لوث خادمِ اسلام

ولئی کامل و قطبِ زماں ابوالاعلیٰ

ھزار حیف چو لبریز گشت جام حیات

زپاک[1] رفت بباغ جناں ابوالاعلیٰ

شدہ بہ ھجر تو ھر فرد قوم گریہ کناں

جماعت از غمِ تو نیم جاں ابوالاعلیٰ

سن وفات ز ناوک بگفت ھاتفِ غیب

شُد انتقالِ سراجِ زماں ابوالاعلیٰ

۱۳۹۹ھ

[1] پاکستان

آہ محمد رفیع آرام گرفت

(۲۳)

بگوشم ایں خبر بد رسید وا اسفا
رفیعؔ رفت زدار فنا بہ دار بقا
نماند حیف مغنّیِ نام آورِ ھندؔ
طیورِ گلشن بھارت کنند واویلا
بمرد طوطئ ھندوستان ھزار افسوس
ھزار حیف خموش است مُرغِ نغمہ سرا
زسالِ فوت چو پُرسید ناوکؔ از ھاتف
"بگو رگشت محمد رفیع" کرد ندا

۱۴۰۰ھ

سہیل عظیم آبادی

(۲۴)

ھزارو نُہ صدو ہفتاد و نُہ زعیسوی سن
بہ بیست و نُہ ز نومبر سہیل صاحبِ فن
ھزار حیف کہ ویراں نمودہ بزمِ ادب
بباغ خلد شد آں فخر قوم و فخر وطن

---------------ولہٗ---------------

اہل قلم و صاحب فن بھائی سہیل
ذی علم ادیب اہل سخن بھائی سہیل
سنسان ہوئی بزم ادب اے ناوکؔ
"ہے ہے نہ رہے فخر زمن بھائی سہیل"

۱۴۰۰ھ

سید شاہ کلیم الدین احمد کوثرؔ سہروردی مرحوم

شاگرد رشید شاعر

(۲۵)

چہ شُد کہ تیرہ بچشمم شداست ہفت اقلیم

چہ شد کہ شُد دلِ من از غم و الم دو نیم

چہ شُد کہ صورتِ زہراست ساغرِ تسنیم

چہ شد کہ شکلِ سموم است موجِ بادِ نسیم

چہ شُد کہ مرثیہ خوان است آسمان و زمیں

چہ شُد نوحہ کنان است حورِ باغ نعیم

چہ شد چہ شد چو بُرِ سید ناوکِ محزوں

بگفت ہاتفِ غیبی کہ "رِحلتِ کلیم"

سنہ ۱۴۰۰ھ

علامہ جمیل مظہری

(۲۶)

شنیدم از لب ھاتف ندای فریادی
ھزار و نہ صد و ھشتاد سال میلادی
بہ بیست وسہ ز جولائی، چہار شنبہ بود
جمیؔل یافت ز قید حیات آزادی

تاریخ صوری ۱۹۸۰ء

ساؔحر لدھیانوی

(۲۷)

کس نے چمنستان سخن کو لوٹا
افسردہ ہے نغمات کا ہر گل بوٹا
ہاتف نے کہا از پئے تاریخ وفات
سحرِ دُر افشانِ ساؔحر ٹوٹا

۱۹۸۰ء

مولانا عبدالوحید صدیقی مدیر ''ہدیٰ''

(۲۸)

دردا چه دل خراش خبر گوش من شنفت
خورشید علم و فضل زچشم جهاں نهفت

آں عالمی که نیست مثیلش بملک هند
آں فاضلی که راست بگویم نداشت جُفت

ذی شان و باوقار مدیر هما ، هدیٰ
از خامهٔ خودش گهر تاب دار سُفت

آں ره برو مجاهد آزادئ وطن
تازیست کرد خدمت هندوستان مُفت

خوش خُلق وخوش مزاج وخوش اطوار و دین دار
صد حیف یک صحافئ بیدار مغز خُفت

ناوک زسال فوت او هاتف از آسماں
''سالار قوم حضرت عبدالوحید'' گفت

۱۹۸۱ء

قسیم الحق گیاوی مرحوم

(۲۹)

دریغا حسرتا ناگہ چہ ایں حکمِ مشیت شُد

قسیم الحق گیاوی رہ نوردِ راہِ جنّت شُد

نماند افسوس ذی علم و عمل خوش گو سخندانی

نہاں از چشمِ عالم صاحب خُلق و مروّت شُد

کنوں تحریک اُردو دَر گیا شُد قالبِ بی جاں

کہ آں روح روانِ انجمن در کُنجِ تربت شُد

چو فکرِ سالِ فوتش شد ز جنّت گفت رضوانم

بگو ناوک ''قسیمِ نعمتِ جنّت بجنّت شُد''

۱۹۸۲ء

فراق گورکھ پوری

(۳۰)

ایک اور ستونِ شعراے واے گرا
ایک اور ادب نواز دُنیا سے اُٹھا
تاریخ وفات کے لیئے ناوکؔ نے
''بیکنٹھ میں ہیں فراقِ خوش لہجہ'' کہا

۱۹۸۲ء

ولہٗ

گُھلائے گُلہائے نغمات و نوا
مُرجھایا گنگا جمنی گُل دستا
بیکُنٹھ میں لو گیے فراقِ ذیشاں
''ایک اور ستون ماہ تمثال گرا''

۱۹۸۲ء

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ

(۳۱)

شیخ عبداللہ شیر کاشمر وا حسرتا
سوی جنّت زیں جہانِ بی بقا بگرفت راہ

ھشت از ماہ ستمبر، چارشنبہ، وقت شام
ناگہاں پیک اجل آمد زفرمانِ اِلٰہ

شور ماتم شد بپا در طول و عرضِ ملکِ ھند
شد فضای وادیٔ کشمیر یکسر غرقِ آہ

اہلِ تدبیر و تدبّر صاحبِ عقل و خرد
نیست در بزم سیاست ثانیِ او درنگاہ

ناوکِ محزوں بگفت از بہرِ سالِ ارتحال
''انتقالِ شیخ عبداللہ والا قدر آہ''

۱۹۸۲ء

وفاتِ جوش ملیح آبادی

(۳۲)

آں نعرہ زنِ جہاد آزادی رفت
آں صاحبِ شان و عزمِ فولادی رفت
بر خاست شورِ نوحہ در بزم ادب
شبّیر حسن ملیح آبادی رفت

آں شاعر عہد آفرین دیکتا
آں شعلہ و شبنم گلستانِ نوا
چوں مُرد فرشتگان از بابِ سما
''شد جوش شہید عشق'' گفتند مرا

۱۴۰۲ھ

حضرت عبدالحمید بوبیرے (مدیر صبح امید بمبئی)

(۳۳)

آئی یہ ندائے غیب لایق ہیں حمیدؔ
اللہ کے دیدار کے شایق ہیں حمید
دُنیا میں بھی دستگیر بہتوں کے تھے
''فردوس میں ملجائے خلایق ہیں حمید''

۱۴۰۲ھ

ابوالاثر حفیظ جالندھری

(۳۴)

آئی ہے خبر کہ چل بسے آج حفیظؔ
بزمِ سخنِ پاک ہے تاراج، حفیظؔ!
سو سال کے بعد جو وہ رحلت کرتے
ہوتی تاریخ ''صاحب تاج حفیظ''

۱۴۰۳ھ

''سید حرمت الاکرام خاموش ہوے''

(۳۵)

آں شاعر خوش نوا، خوش الحاں اکرام
ذی حُرمت و ذی عزّت و ذی شاں اکرام
چوں مُرد برای سال فوتش ناوک
ھاتف گفتا کہ ''فخر دوراں اکرام''

۱۴۰۳ء

ولہ

(۳۶)

آن طوطئ ہند صاحبِ شان وصفات
آں مشفقِ صادقم برفتہ ہیہات
ازبامِ فلک ھاتفِ غیبی گفتا
''مرثیۂ حرمت'' است تاریخِ وفات

۱۴۰۳ھ

ارتضٰی حسین ہوش عظیم آبادی

(۳۷)

ٹھن گئی تھی حیات و موت میں جنگ
آنکھیں تھیں دیکھ کر یہ منظر دنگ

موت نے اور پاؤں پھیلائے
عرصہ کار گاہ زیست تھا تنگ

زیست میدان میں تھی خالی ہاتھ
موت لے آئی تیغ و تیر و تفنگ

یوں تو یہ کشمکش رہی تا دیر
لڑکے جیتا ہے کوں موت کے سنگ

آخرش موت ہی کی فتح ہوئی
اُڑ گیا عارضِ حیات کا رنگ

بزمِ شعر و ادب میں ماتم ہے
"چل بسے آہ ہوش خوش آہنگ"

۱۴۰۴ھ

ظہیر الحسن تشنہ شیر گھاٹوی

(۳۸)

هزار حیف شدم زیں خبر بسی دل گیر
بمرد تشنۂ عالی مقام و پاک ضمیر
برای سال وفاتش بہ ناوکِ محزوں
بگفت ھاتفِ غیبی کہ ''خوابِ مرگِ ظہیر''

۱۹۸۴ء

بابو مشتاق علی خاں مرحوم (بھدیہ گیا)

(۳۹)

اُفتاد چو شورِ نوحہ در شہر گیا
در کوچہ و برزن شدہ ماتم برپا
از ناوکِ دل گرفتہ رضواں از خلد
''مشتاقِ علی طالب حق شُد'' گفتا

۱۴۰۵ھ

علامہ قتیل داناپوریؒ

(۴۰)

صورت نورانی اور سیرت بھی جمیل
جیسے ہوں فرشتوں میں جنابِ جبریل
تھے مجمعِ صوفیہ میں وَیسے ہی آج
"عارف باللہ نیک ہیں شاہ قتیل"

۱۴۰۵ء

بروفات حضرت سید ابوالحسنؒ، قاضی محلّہ، شیر گھاٹی

(۴۱)

فریاد دردنِ سینۂ من دل کرد
ایں صدمۂ جاں کاہ دِلم راسلِ کرد
بافردِ حسن ناوکِ محزوں گفتا
حضرت سید ابوالحسن منزل کرد

۱۹۹۱ء

ادیب وشاعروصحافی حضرت قیّوم خضرعظیم آبادی مرحوم

(۴۲)

شاعرِ بی مثل ادیب نام ور
چوں ز دار بی بقاکردہ سفر
سال رحلت ناوک محزوں بگفت
"آہ عالی فہم قیّومِ خضر"

۱۹۹۸ء

حضرت عبد المجید خاں شوقؔ ماہری جانشیں مولانا ماہرؔ القادری مرحوم

(۴۳)

گشت آراستہ باغِ جنّت کرد رضوان وا بابِ رحمت
سال ترحیل ناوکؔ بگوید "شوقِ و الا نسب کرد رحلت"

۱۴۱۸ھ

سخنور ذیشان حضرت ضیاء الانجم مرحوم

(۴۴)

یہ خبر سُن کے ہوا میں گم صُم چھوڑ کے ہم کو گئے خُلد میں تم
سال ترحیل لکھا ناوکؔ نے "فخر آفاق ضیاء الانجم"

۱۹۹۸ھ

حضرت سید شاہ عطاؔ کاکوی

(۴۵)

عظیم آباد میں یہ شہرہ ہے ہر طرف آج کل، سُنا ہے
ہر ایک چھوٹے بڑے کو کہتے ہوے بہ بانگ دہل سُنا ہے
بہشت میں لے گیے فرشتے اُٹھا کے پٹنے سے اُن کو ناوکؔ
جوار رحمت میں ہیں عطا کاکوئ گردوں محل سُنا ہے

۱۴۱۸ھ

''زیب ناموس صفیہ خاتون'' والدۂ جناب گوہرؔ شیخ پوری

(۴۶)

از غمِ مرگِ والدہ ، گوہرؔ نیم جاں شُد زصدمۂ جاں کاہ
بہرِ تاریخِ فوتِ ناوکؔ گفت ''نیک سیرت صفیہ خاتون آہ''

۱۹۹۸ھ

بہ شہادتِ شیخ احمد یٰسین سربراہ حماس (فلسطین)

(۴۷)

تاعُمر بسر بُرد بہ میدانِ جہاد تازیست نہ خَم شدہ مثالِ فولاد
استقبالاً بہ خُلد رضوان بہ گفت شیخ احمدِ یٰسین شہیدِ آزاد

۱۴۲۵ھ

وفات محمد رفیق موتی برادر نذیرؔ فتح پوری (مدیر اسباق پونہ)

(۴۸)

فغاں کہ مردِ جواں سال زیرِ خاک نہفت
بخوابِ مرگ ''محمد رفیق موتی'' خُفت
نذیرؔ غم زدہ پُرسید سال ترحیلش
''نجات یافت محمد رفیق'' ناوکؔ گفت

۱۴۲۷ھ

انتقالِ حیات اللہ انصاری

۱۹ھ ۱۴

(۴۹)

دریغا ، حسرتا ، فوتِ حیات اللہ انصاری
جگر پر اُردوے بیکس کے ہے اک ضربتِ کاری
مجاہد وہ ، صحافی وہ ، ادیبِ نامور بھی وہ
بسر کی خدمتِ اردو میں اپنی زندگی ساری
مدیرِ بانیِ ''آوازِ قومی'' لکھنؤ کے تھے
کیا تھا آپ نے ''سچ رنگ'' ایک اخبار بھی جاری
صفِ اوّل میں خُدّام ادب کی ، ہے مقام ان کا
''لہو کے پھول'' سے ہوتی ہے ظاہر اُن کی فنکاری
صداقت کے وہ حامی تھے، اہنسا ان کا شیوہ تھا
تھا اُن پر خدمت قوم و وطن کا نشہ سا طاری

وہ تھے قول و عمل سے گاندھیائی فکر کے حامی

رہے تھے واردھا میں اہلیہ کے ساتھ انصاری

شریکِ زندگی سلطانہ بھی تھیں ہمنوا اُن کی

تھی ہر اک زاویے سے شخصیت ان کی بڑی پیاری

رہیں وابستۂ تحریکِ اردو زندگی بھر وہ

خلوص دل سے وہ کرتی رہیں اُردو کی غمخواری

ہوئی محروم پوری قوم اک بے لوث خادم سے

حیات اللہ کا اٹھ جانا ہے اک سانحہ بھاری

کہا ہاتف نے پڑھیے حضرت ناوکؔ بچشم تر

"کتاب سال ترحیل حیات اللہ انصاری"

۱۹۹۹ء

تاریخ ترحیل حضرت مولانا علی میاں رحمتہ اللہ علیہ

(۵۰)

کردند کشادہ بابِ ہر ہفت بخُلد
آراستہ شُد بستر زربفت بخُلد
آمد شبِ آخرِ دسمبر طلبی
"زیبِ جنّت علی میاں رفت بخُلد"

۱۹۹۹ء

ڈاکٹر ظفیر حمیدی مرحوم

(۵۱)

پُرنم آنکھیں ہیں دل ہے بے حد مغموم
صد حیف کہ گُل ہو گئی اک شمعِ علوم
رضواں نے بصد ادب کیا وا تجھ پر
"بابِ جنّت ظفر حمیدی مرحوم"

۱۹۹۹ء

ارتحالِ پرملالِ محبّی و مُشفقیِ حضرتِ عبدالقیوم حسرتؔ وارثیؒ

(۵۲)

حیف گُم شُد گوہرِ نایاب حسرتؔ وارثی — شُد خزاں دیدہ گُلِ شاداب حسرتؔ وارثی

از غمِ فَوتَش عزیزان و اقارب سوختند — دم بخود از داغِ ہجر احبابِ حسرتؔ وارثی

حسرتا! واحسرتا!! خاموش شُد سازِ سخن — شُد شکستہ ناگہاں مضرابِ حسرتؔ وارثی

آفتابِ زندگیِ مشفقِ من شُد غروب — در خسوفِ مرگ شُد مہتابِ حسرتؔ وارثی

وادریغا تابِ گویائی نہ دارم از غَمَش — گویم اے نشترؔ چہ من در بابِ حسرتؔ وارثی

از برائے کتبۂ لوحِ مزارش ناوکا

ہاتفِ غیبی بگُفتا ''خوابِ حسرتؔ وارثی''

۱۹۹۴ء

آہ حادثۂ وفات سیدہ بی بی ولیہن[۱] مرحومہ اُفتاد

۲۰۰۰ء

(۵۳)

از فلک آمد چوں پیغامِ فنا
شُد بہ عجلت عازمِ دار البقا
گفت رضواں بہر سال ارتحال
"صاحب عِفّت ولیہن حسرتا"

۱۴۲۱ھ

یہ کون آج چھپا ہائے کُنج تربت میں
کہ بچھ گئی صفِ ماتم تمام خلقت میں
کہا یہ ہاتفِ غیبی نے بہر سالِ وفات
مہِ سپہر ولیہن ہیں قصر جنّت میں

۱۴۲۱ھ

[۱] عزیزم فرد الحسن کی نانی

بشہادتِ عطاء اللہ مظفر فرزند عزیزی عطا عابدی (دربھنگہ)

ای عزیز مظفر چگونہ ای

۱۴۲۰ھ

(۵۴)

نورِ نگاہ و نازش مادر! چگو نہ ای؟ زارد برای تو دل مضطر، چگونہ ای؟

بی تُست بی قرار عطا عابدی ہنوز بی تاب شد بغیر تو خواہر، چگونہ ای؟

آرام چوں گرفتی بخاکِ لحد، بگو نازک ز برگہای گل تر، چگونہ ای؟

آخر کجا برفتہ ای، ای نورِ چشمِ ما صبر و سکوں بریدہ ای، دل بر چگونہ ای؟

از بہرِ دید چہرۂ معصوم دل تپد بکشا نقاب روی منور چگونہ ای؟

بی مادر و پدر چوں بسرمی بری بہ خلد دل خون شود برای تو اکثر، چگونہ ای؟

بابا ی تست ناوک محزوں گرفتہ دل

پُرسد کہ "ای عزیزِ مظفر چگونہ ای؟"

۱۴۲۰ھ

بشہادتِ عطاء اللہ مظفر ابن جناب عطا عابدی (دربھنگہ)

خواب جاوید عطاء اللہ مظفر

۱۹۹۹ء

(۵۵)

کہاں ہم سے جدا ہو کر گئے ناگاہ، کیسے ہو؟
بتاؤ کچھ تو لختِ دل عطاء اللہ! کیسے ہو؟

نہیں ہو تم تو گھر سونا ہے، دنیا میں اندھیرا ہے
کہاں جا کر چھپے ہو، میرے مہر و ماہ! کیسے ہو؟

تمہیں تو نرم گدے پر بھی نیند آتی تھی مشکل سے
لحد میں خاک کے بستر پہ خفتہ آہ، کیسے ہو؟

فرشتوں میں وہاں کس طرح ہنستے کھیلتے ہو تم
اچانک توڑ دی کیوں ہم سے رسم و راہ، کیسے ہو؟

تمہاری بھولی صورت رقص کرتی ہے نگاہوں میں
تمہاری دید کو آنکھیں ہیں فرش راہ، کیسے ہو؟

کسی دن خواب میں آ کر دکھا دو عارض روشن
ہمیں بتلاؤ اپنا حال کچھ للہ، کیسے ہو؟

کبھی اب بھول کر بھی کوئی ڈانٹے گا نہ مارے گا
کسی دن لوٹ کر آ جاؤ بے اکراہ، کیسے ہو؟

تمھارے دادا ناوکؔ کی یہی دن رات اک رٹ ہے
عطاء اللہ کیسے ہو، عطاء اللہ کیسے ہو؟

وفات جگنّا تھ آزاد

(۵۶)

وا دریغا ہے غم زدہ سنسار
روتے ہیں اہل علم زار و قطار

آج نوحہ کناں ہے بھارت و پاک
غم میں ڈوبے ہیں کوچۂ و بازار

چل بسے حضرتِ جگنّا تھ آج
دہر فانی سے سوے دار قرار

ابن محرومؔ ہو گیے مرحوم
آہ یہ انقلابِ لیل و نہار

مرد میدانِ فنِ شعر و سخن
نقد و تحقیق کا وہ شاہ سوار

علم و دانش کو ناز تھا جس پر
فکر وفن پر تھا جس کے دم سے نکھار

شعر شعر اس کا کیمیا تا ثیر
بات بات اس کی معجزہ آثار

چمنستانِ شاعری اے وائے
ہو گیا مثلِ وادیٔ پُر خار

شعر اقبالؔ کا مُفَسّر وہ
فکر اقبالؔ کا عَلَم بردار

جس سے تنقید کو ہوا تھا فروغ
جس سے تحقیق کو ملا تھا وقار

موت سے اس کی، باغ شعر وسخن
ہے خزاں دیدہ، لُٹ گئی ہے بہار

ہوگئی اُردو آج بے کس تر
اُٹھ گیا اِس کا اوراک غم خوار

کہہ دے اے ناوکؔ ارادت مند
سالِ ترحیل ''دوہزار و چہار''

---

۸۲۷ ۱۱۷۷

۸۲۷+۱۱۷۷=۲۰۰۴ء

تاریخِ وفاتِ ماہرِ اقبالیات جگناتھ آزادؔ

(۵۷)

کیا کیا تو نے چرخِ ناہنجار
آنکھوں میں اک جہاں ہے تیرہ و تار

ہر طرف شور نالہ و شیون
ہر طرف ہائے و ہو کی چیخ پکار

چل دیے ہائے حضرتِ آزادؔ
دارِ فانی سے سوے دارِ قرار

بزم شعر و سخن ہوئی سونی
حیف ! مرگِ ہزارِ نغمہ بار

شعر شعر اس کا مخزن تاثیر
بات بات اس کی گوہر شہوار

اُٹھ گیا ہائے صاحبِ تحقیق
چل بسا باوقار نقد نگار

چُپ ہے اقبالیات کا ماہر
مستند جس کی تھی ہر اک گفتار

آہ ! دستِ اجل نے چھین لیا
بے کس اُردو سے اس کا اک غمخوار

کہہ دے اے بلبلِ نوا ناوکؔ
سالِ ترحیل ”دور ہزار و چہار“

---

۲۴۸ ۔۔۔ ۱۱۷۷

۲۴۸+۱۱۷۷=۱۴۲۵ھ

ولہٗ

در خواب عدم حیف جگناتھ بخُفت
تا عُمر بہ نظم و نثر گوہرھا سُفت
پُرسیدم سالِ فوت از ہاتفِ غیب
”افسوس گرفتار شد آزادؔ“ بگفت

۱۴۲۵ھ

قطعۂ تاریخ وفات

حضرت سید شاہ صغیر احمد امجدی علیہ الرحمہ
سجادہ نشین خانقاہ امجدیہ سیوان

(۵۸)

فوت اچانک جو ہوئے شاہ صغیرِ احمدؒ
ایک دُنیا ہوئی اس سانحے سے خاک بسر
ہائے افسوس بنا پیکِ اجل مارِ سیاہ
زہر سے اس کے نہیں ہو سکے حضرت جاں بر
دار فانی سے گیے دار بقا کی جانب
جابسے جنتِ فردوس میں وہ نیک سیر
غم زدہ ہو گیا کنبے کا ہر اک چھوٹا بڑا
تیرہَ و تار جہاں ہوگیا تا حَدِّ نظر
سال فوت آپ کا ہاتف نے کہا ناوک سے
''سیدِ شاہ صغیر احمدِ والا گوہر''

۲۰۰۲ء

قطعہ تاریخ صوری بہ وفات حضرت سید محمد اجمل جامعی (قاضی محلّہ)

(۵۹)

سیدالسادات اجملؔ جامعی
نیک طینت ، نیک خوٗ ، نیکو شعار
آں یکی از باقیات الصالحات
نورِ خوبی از جبینش آشکار
آں یکی از قدر افزاے وطن
آں یکی از بہر ما صد افتخار
فوت شُد آں پیکرِ مہرو خلوص
از غمش شُد شیر گھاٹی سو گوار
یارِ من، غم خوارِ من ، صد حیف مُرد
شُد ز دُنیا جانبِ دار القرار
صاحبِ علم و عمل ، دانشوری
صاحبِ تصنیف ، ذی شان و وقار
ناوکِ غم دیدہ گفتا سالِ فوت
تا کُنَنْدَش نقش بر لوحِ مزار
روز جمعہ پنج تاریخ صیام
''یک ہزار و چار سدّ و بیست و چار''

۱۴۲۴ھ

وفاتِ مولانا ''ظفرالباری^{رح}''

۱۴۲۶ھ

(۶۰)

ہر گھر میں بچھی ہوئی صفِ ماتم ہے
مولانا ظفرالباری کا غم ہے
تاریخ وفات اے ابوذر صاحب
مرحوم کے نام ہی میں مدغم ہے

ظفرالباری = ۱۴۲۴ھ

گلشنِ آرامگاہ الحاج پروفیسر نادم بلخی

(۶۱)

نادمِ بلخی چوں از دنیا برفت
سینۂ ما از غمِ ھجرش بہ تفت
ناوکِ محزوں بگوید سالِ فوت
یک ھزار و چار سد و بیست وھفت

وفات سید محمد ناظم اجنبیؔ اورنگ آبادی

(۶۲)

ہے زمیں تنگ دور آسماں ، اجنبی
جا کے ڈھونڈیں تجھے ہم کہاں ، اجنبی

کس کو معلوم تھا میری جاں ، اجنبی
چار دن کا ہے تو میہماں ، اجنبی

بھائی قاسمؔ کی واحد نشانی تھا تو
بے نشاں ہوگیا خانداں، اجنبی

شان تجھ سے تھی اورنگ آباد کی
تجھ کو روتے ہیں پیر و جواں، اجنبی

ہائے بے وقت چھینا اُسے موت نے
اے فلک ! تھا ابھی نو جواں، اجنبی

ناوکؔ غم زدہ سال رحلت بگو
''فوت شُد آہ جنت مکاں اجنبیؔ''

۱۴۲۶ھ

قطعۂ تاریخ وفات

خواجہ سید عبدالباقی، قاضی محلّہ، شیر گھاٹی، گیا

(۶۳)

وا دریغا مشفقِ دیرینہ سال
خواجہ عبدالباقی از دنیا گذشت
ناوکؔ، آوردہ بہ من حزن وملال
یک ہزار و چار سدّ و بیست وھشت

ولہٗ

ہائے صدمہ یہ ایسا ہے بھرپور — شیشۂ دل ہے غم سے چکنا چور
ہو گیے رُخصت آج باقی بھائی — بزمِ قاضی محلّہ ہے بے نوُر
سوگ میں شیرگھاٹی ڈوب گئی — روتا ہے زار زار حمزہ پور
ہائے وہ میرا بھائی میرا دوست — چل دیا آج کالے کوسوں دور
چھِن گیا میرا مشفقِ صادق — بجھ گیا اک چراغ عقل و شعور
سال رحلت کو پوچھتے ہیں لوگ — کہہ دے تو اُن سے ناوکِ مجبور

فوت ہوتے جو گیارہ سال کے بعد
ہوتی تاریخ ''باقیؔ مغفور''

۱۴۲۸-۱۱-۱۴۳۹ھ

قطعۂ تاریخ وفات

شہرۂ آفاق فکشن نگار قرۃ العین حیدر

(٦٤)

خُفت در گور چوں عینی آپا
عالمی در غمش شُد فروسر
ارسرِ آہ شُد سال فوتش
''مرقدِ قرۃ العین حیدر''

۱+ ۱۴۲۷ = ۱۴۲۸ھ

"آہ ناموس دخترِ مشرق" "بے نظیر بھٹّو زرداری"

۲۰۰۷ء

(٦٥)

مرضِ لاعلاج ہے لاحق
قتل و خوں کا معاشرے کو ہے دِق
لُٹ گئی آج اسی کے ہاتھوں تو
آہ ناموس دختر مشرق

۲۰۰۷ء

تاریخ اجراء

ماہنامہ ذکریٰ رام پور

(۶۶)

منبعِ وصف ظاہری ذکریٰ　　مرجع حُسنِ معنوی ذکریٰ
حاملِ سودِ دُنیوی ذکریٰ　　ضامنِ نفع اُخروی ذکریٰ
داعیٔ دینِ احمدی ذکریٰ　　وجہ خوشنودیٔ نبیؐ ذکریٰ
مرحبا ہے خزانۂ عرفاں　　حبّذا کانِ آگہی ذکریٰ
ہے حیات آفریں ورق بہ ورق　　دفترِ رمز زندگی ذکریٰ
مرد و زن، پیرونوجوان، بچّے　　شوق سے پڑھتے ہیں سبھی ذکریٰ

غافلوں کے لیے ہے اے ناوکؔ
صورِ دینِ محمدیؐ ذکریٰ

۱۳۹۲ھ

ماہنامہ ''اجتماع'' دیوبند

(۶۷)

جلوہ نمای عارض ذات است اجتماع
آئینہ دار حُسن صفات است اجتماع

ھادِم ز بہر رسمِ منات است اجتماع
ھادی برای راہ حیات است اجتماع

ای رہ روانِ شوق دریں دورِ تیرگی
حقا چراغِ راہِ نجات است اجتماع

گفتند در حلاوت شعر و ادب بکام
بہتر ز قندو شاخِ نبات است اجتماع

ناوکؔ برای سال اشاعت چوفکر کرد
گفتا سروش ''آبِ حیات است اجتماع''

۱۳۹۸ھ

مولانا تابش مہدی کی فرمایش پر لکھی گئی

ارشدؔ ذی فہم پی ایچ ڈی ہوے

(۶۸)

سُن کے یہ مسرور سب کے جی ہوے
خوش نہ صرف اپنے پرایے ہی ہوے
فرطِ شادی سے یہ ناوکؔ کہہ اُٹھے
''ارشدِؔ ذی فہم پی ایچ ڈی ہوے''

۱۴۰۱ھ

لے محبی ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

شرابِ طہور رُباعیات

۱۴۰۷ھ

بتقریب سعید نکاح مسنونہ خالد سجاد سلمہٗ

۱۹۸۶ھ

(۶۹)

آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، ہوا ہے دل شاد
اللہ نے خالدؔ کا کیا گھر آباد
مسرور ہوئے احمد سجادؔ بہت
عصمت کے نگہباں ہوئے خالدؔ سجاد

سایہ افگن ہوئی، خدا کی رحمت
کام آ گئی خالد کے دعائے رفعتؔ
بیدار مقدر ہوا، جاگی قسمت
آئیں گھر میں عروس بن کر عصمتؔ

ہے عصمتِ فاطمہ کی دولھن تصویر
حسنین کے کردار کی دولھا تفسیر
کہہ دیجیے اے ناوکِ حمزہ پوری
جوڑا ایسا ہے یہ، نہیں جس کی نظیر

اللہ تعالیٰ کا ہے یہ عین احساں
ہے ختم رسل کا کرم بے پایاں
مقبول ہوئی دعائے احمد سجادؔ
''نوشاہ بنے خالدِ گردوں ایواں''

۱۴۰۷ھ

افتتاح مدرستہ الہدیٰ حمزہ پور

(۷۰)

چرچا ہے فرشتوں میں سر چرخِ بریں
لو حمزہ پور اب ہوا با تمکیں
ہونے کو تو مدرسے بہت ہیں لیکن
یہ مدرستہ[۱] الہدیٰ ہے تنقیح دیں

۱۴۱۶ھ

افتتاح مسجد المنار نیو کریم گنج گیا

(۷۱)

بنوایا ہے مومنوں نے اللہ کا گھر
جذبات تشکّر سے خمیدہ ہیں سر
تاریخِ افتتاح کہیے ناوک
"ہے مسجد المنار نصرت پیکر"

۱۴۱۶ھ

[۱] عام قاعدہ تائے تانیث مدوّر کے ۵ عدد لینے کا ہے۔ خال خال مشاہیر نے ۴۰۰ بھی لیے ہیں۔

تاریخ طباعت ''حسن ہزار شیوہ'' مجموعۂ کلام محمد غوثی علی گڑھ

(۷۲)

این ست کلام دل گداز و جاں سوز
غوثی کردہ شبِ سخن را چوں روز
خیرہ کنِ دیدۂ سخن سنجان است
''ایں حُسن ہزار شیوۂ شمع افروز''

۱۴۱۷ھ

تاریخ طباعت ''گل برگ'' مجموعۂ رباعیات

جناب ریاض اختر ادیبی مراد آباد

(۷۳)

ہے روح فزا بوے نسیمِ گُل برگ
جاں بخش ہیں افکار سلیمِ گل برگ
اعجازِ کلامِ اختر ادیبی دیکھو
عطر افشاں خوب ہے شمیمِ گُل برگ

۱۹۹۶ء

تعمیر مسجد ابراہیمی پلاول (ہزاری باغ)

(۷۴)

اہلِ سُنّت کی کوششِ تنظیمی
کام آئی کہ ہونہ شمعِ دینی دھیمی
تعمیر کی تاریخ کہی ناوکؔ نے
''تدوین خُدا خانۂ ابراہیمی''

۲۰۰۰ء

تاریخ ولادتِ فرزندِ عزیزی سید فرد الحسن قاضی محلّہ شیر گھاٹی

(۷۵)

فرزند بہ فردالحسنِ صاحب ہوش
بخشید خدائے مہرباں در آغوش
پُر سیدم من چو نام ایں نومولود
''سید خورشید مصطفےٰ'' گفت سروش

۱۴۲۳ھ

لفظوں کے پرند

مجموعۂ کلام حضرت ظہیر غازی پوری

(۷۶)

تخلیق کی ہے برات لفظوں کے پرند آئینۂ شش جہات لفظوں کے پرند
صد جلوۂ اسلوب و معانی سے ہے مجموعۂ کاینات لفظوں کے پرند

۱۹۹۸ء

تاریخ اجراسہ ماہی شہپر دھنباد

(۷۷)

اللہ رے یہ فضل و کمالِ شہ پر
ڈھونڈے سے نہیں ملتی مثالِ شہپر
سبحان اللہ اس کی پروازِ بلند
ہر شخص ہے ''مشتاقِ جمال شہپر''

۱۴۲۲ھ

تاریخ تقریب نکاح عزیزہ ایماء

بنت پروفیسر ڈاکٹر حسین الحق گیاؔ

(۷۸)

اے راحتِ قلب اور اے نورِ عین

تم دونوں پہ ہو رحمتِ ربّ کونین

"اللہ کی قدرت" سے ہوئے دو سے ایک

۸۰۰

"پرویز وہاب" "اور ایماءِ حسین"

۸۰۰ + ۶۲۶ = ۱۴۲۶ھ

''شاخ شاخ گلاب''

مجموعۂ غزلیات حضرت زخمی کھمریاوی

(۷۹)

ماشاءَ اللہ یہ غزل کی کتاب　　فکر و فن کا ہے گلشن شاداب
ہو مبارک جناب زخمی کو　　شاعری کا یہ گوہر خوش آب
حسن افکار کا یہ عکسِ جمیل　　تار احساس کا یہ جنگ و رباب
چشم بد دور قوّتِ تخئیل　　ماشاءَ اللہ یہ سخن کا شباب
نہیں ایسی سخنوری کی مثال　　نہیں ایسی ہنر دری کا جواب
حسن ترسیل آفتاب کی طرح　　نور ابلاغ صورتِ مہتاب
فطری اسلوب کا ہے یہ منبر　　جذبۂ صادقہ کی یہ محراب
سوئے جذبات کو حدی خوانی　　ساز دل کو ہے صورتِ مضراب

دو ہزار ایک عیسوی کی نوید
کعبۂ دل ہے شاخ شاخ گلاب

۲۰۰۱ء

ناوکؔ حمزہ پوری بہ یک نظر

از:--------- سید فردالحسن

نام: سید غلام السیدین، تخلص: ناوک

تاریخ ولادت: ۲۵؍ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۱؍اپریل ۱۹۳۳ء

والد: حضرت علامہ سید غلام رسول قوسؔ حمزہ پوری علیہ الرحمہ (۱۸۸۵ء۔۱۹۶۳ء)

والدہ: سیدہ بی بی الفاطمہ مرحومہ بنت سید تفضل حسین حمزہ پوری مرحوم

وطن (جائے پیدائش): حمزہ پور، ڈاک خانہ شیر گھاٹی، ضلع گیا۔۸۲۴۲۱۱

تعلیم: ایم.اے.ڈپ.ان.ایڈ۔(ابتدائی تعلیم والد و والدہ سے) لور پرائمری تک اپنے ماموں مولوی سید محمد جمیل مرحوم سے۔مڈل بورڈ کا امتحان بھدیہ مڈل اسکول سے۔میٹرک رنگ لال ہائی اسکول شیر گھاٹی سے، انٹرمیڈیٹ گیا کالج گیا (بہار یونی ورسٹی) بی.اے (رانچی یونی ورسٹی)۔ایم.اے (مگدھ یونی ورسٹی) ڈپ.ان.ایڈ (بھاگل پور یونی ورسٹی) نوٹ: معاشی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے بیشتر امتحانات ذاتی محنت و مطالعہ سے پرائیوٹ طالب علم کی حیثیت سے پاس کیے۔

ازدواج: سیدہ حمیراء خاتون بنت سید حیات علی مرحوم، نرکٹیا، بودھ گیا، گیا (۱۹۵۳ء)

اولاد: پانچ بیٹے، پانچ بیٹیاں۔ایک بیٹی صرف چھ دن زندہ رہ کر فوت ہوئی۔بقیہ تمام بیٹے بیٹیاں زندہ و سلامت ہیں۔

ذریعہ معاش: معلمی (از اول تا آخر مڈل اسکولوں میں ہیڈ ماسٹر رہے)۔آمَس مڈل اسکول گیا۔جولائی تا دسمبر ۱۹۵۵ء، کسمار مڈل اسکول دسمبر ۵۵ء سے اپریل ۱۹۵۶ء، گانڈے مڈل اسکول اپریل ۱۹۵۶ء سے جون ۱۹۶۲ء، تیلوڈیہہ مڈل

اسکول ۱۹۶۲۔۱۹۶۳ء، سرَ یا ڈیہہ مڈل اسکول پدؔ مامئی جون ۱۹۶۳ء صرف دو مہینے۔ ان بی. ڈی. سی. سونداڈل اسکول جون ۱۹۶۳ء سے اوائل ۱۹۸۳ء تک۔ مسنوڈیہہ مڈل اسکول ۱۹۸۳ء سے جنوری ۱۹۹۸ء تک۔ ان میں صرف ایک اولین مڈل اسکول آمَس گیا ضلعے میں تھا بقیہ تمام اسکول ہزاری باغ ضلعے میں ہیں جواب ضلعے کی تقسیم در تقسیم سے ہزاری باغ گری ڈیہہ، بکارو، اور کوڈرما ضلعے کا حصہ ہیں۔

بازنشینی: ۳۱ر جنوری ۱۹۹۸ء۔

❁ تلمذ: اب حالاں کہ خورشید ادب گھر ہی میں جلوہ افروز تھا۔ لیکن گھریلو ماحول ایسا تھا کہ بزرگوں کے سامنے اونچی آواز میں گفتگو بھی سوءِ ادب خیال کی جاتی تھی۔ ایسے میں خود اپنے والد حضرت قوسؔ سے استفادہ نہ کر سکے۔ اور اُن کے انتقال کے بعد اُن کی نسبت کی لاج رکھنے کو کسی کے آگے زانوے ادب تہہ نہ کیا۔ ۱۹۶۴ء میں ایک بار حضرت بسملؔ سنسہاروی مرحوم نے اور ۱۹۷۱ء میں حضرت ابراحسنؔی گنوری مرحوم نے اشارۃً کنایۃً کہا بھی لیکن ناوک حمزہ پوری بحسن طریق دامن کشاں ہو گئے۔ اپنی ہی مشق اور مسلسل مطالعے کی بنا پر گرتے اُٹھتے، پھسلتے سنبھلتے فنی و لسانی ہر دو سطح پر وہ بصیرت حاصل کی کہ اب ایک زمانہ علامہ کہتے نہیں تھکتا۔

❁ آغاز شعر گوئی: ۱۹۴۵ء سے شعر گوئی شروع کی۔ چھپنے چھپانے کا سلسلہ ۱۹۵۴ء سے شروع ہوا۔ پہلی تخلیق روزنامہ آبشار کلکتہ (مدیر: ابراہیم ہوش) میں شایع ہوئی۔ نثر کی طرف آٹھ دس برس بعد توجہ کی۔ پہلا مضمون ۱۹۶۰ء میں سہیلؔ گیا (مدیر: حضرت بسمل سنسہارویؒ) میں شایع ہوا۔ پھر پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ نثر و نظم کی بیشتر معلومہ و مروجہ اصناف میں کمال حاصل کیا۔

❁ تلامذہ: ملک وبیرون ملک کے سینکڑوں شعراء نے آپ کی ذات سے استفادہ کیا اور یہ سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔ البتہ ۲۰۰۴ء کے بعد بینائی متاثر ہوجانے کی وجہ سے نئے لوگوں کو قبول نہیں کرتے۔

اصلاح سخن کی نسبت سے تعلق رکھنے والوں میں جن لوگوں نے کسی نہ کسی نوعیت سے نام پیدا کیا۔ صاحب تصنیف وتالیف ہوئے ان میں گوہرؔ شیخپوری (بنارس) عطاؔ عابدی (پٹنہ) عالمؔ تاج پوری (غازی پور) شمیم بیتابؔ (لکھمنیاں) شوکت صباؔ کیفی (بھوجپور) سلیمان قمرؔ (چائباسہ) ڈاکٹر شیخ رحمٰن (اکولہ) ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن (نسکھا)، ڈاکٹر خورشید احمد خاں (گیا) بیتابؔ کیفی (بھوجپور) جمیل فاطمی (لکھمنیا)، جمیل ظہیر (گیا) بدرؔ نظیری (دہلی)، امیرؔ چند بہار (فرید آباد)، ساقی مچھلی شہری (بھدوہی)، ڈاکٹر فتح اللہ قادری (پٹنہ) التفات امجدی (سیوان) ایوب رازؔ (کویت) وغیرہ ہیں۔ اور یہ خاکسار سیّد فرد الحسن۔

ویسے شاگردی واستادی کے سلسلے میں ناوک حمزہ پوری نے ایک بار حضرت عنوان چشتی مرحوم کے ایک استفسار کے جواب میں لکھا تھا کہ ”ندی بہتی رہتی ہے۔کون شخص اس میں صرف ہاتھ پاؤں دھوتا ہے، کون وضو کرتا ہے، کون غسل کرتا ہے اور کون کنارے ہی سے واپس نجس لوٹ جاتا ہے، ندی کو اس سے کیا مطلب؟“

❁ صحافت: دورانِ قیام سونڈا (ہزاری باغ) ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۳ء تک دس برس روزنامہ آریہ ورت پٹنہ کے لیے نامہ نگاری کی۔ اسی دوران، اجتماع (دیوبند) اور الایمان (دیوبند) کے لیے بھی کئی حیثیتوں سے کام کیا، شریک مدیر بھی رہے۔ نیز کئی اخبارات ورسائل کے لیے جن میں نئی دنیا دہلی (مدیر: مولانا عبدالوحید صدیقی) شامل ہے، فکاہیہ کالم بھی لکھے۔ ۱۹۸۳ء میں حمزہ پور سے

اپنا ماہنامہ بنام ''قوس'' جاری کیا۔ چوں کہ یہ خالص ادبی رسالہ تھا اور ہر چند کہ پورے ملک میں اپنی شناخت بنالی تھی۔لیکن متواتر مالی خسارے کی وجہ سے تین سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔

❁ مطبوعہ تصنیفات وتالیفات:

نثر: ☆قوس حمزہ پوری ایک تعارف (تحقیق وتنقید)۱۹۸۲ء☆دشنامے چند (انشائیے)۱۹۸۴ء☆سمت سفر (افسانے)۱۹۸۰ء☆قندیل (مکتوبات) ۱۹۹۸ء☆تشکیل وتعبیر (مقالات)۲۰۰۱ء☆تادیب ادب (تنقید)۲۰۰۱ء ☆کیریر گائڈنس (انشائیے۲۰۰۱ء ☆ادب گاہیت زیر آسماں (سفر نامہ) ۲۰۰۳ء☆پرشش و پاسخ (مکاتیب)۲۰۰۳ء☆نعتیہ شاعری اور اس کے آداب (تنقید وتحقیق) ۲۰۰۴ء ☆تہذیب ادب (تنقید)☆ٹرکی بہ ٹرکی (مکاتیب)☆جڑیں (سادات حمزہ پور کا نسب نامہ) ☆ساگر منتھن (تنقید) ☆رباعی تعریف اور تکنیک ☆احتساب (تنقید) ☆قوس حمزہ پوری اور اردو غزل (تنقید) ☆رخسار شیر گھاٹی۔(شعرائے شیر گھاٹی کا تذکرہ)

نظم: ☆جذبات ناوک (غزلیات وقطعات)۱۹۵۶ء☆انتشار غزل (غزلیات) ۱۹۸۹ء☆ترسیل سخن (پابند نظمیں)۱۹۹۰ء☆انداز بیاں (رباعیاں)۱۹۹۲ء ☆ذرّیات (طنز و مزاح) ۲۰۰۱ء ☆تفہیم رباعی (رباعیات)۲۰۰۳ء ☆ہزار رنگ (رباعیات) ☆تقطیر سخن ☆مصحف تاریخ۔

❁ ترتیب وتالیف:

☆قرطاس عظیم (منظومات)۱۹۷۰ء ☆قرینۂ غزل (غزلیات قوسؔ) ۱۹۸۳ء☆رباعی نمبر (دوماہی گلبن احمد آباد)۱۹۹۵ء☆اردو رباعیات قوس ۱۹۹۷ء ☆سخن معتبر (فارسی غزلیات قوسؔ)۲۰۰۱ء ☆افق زاد (علیم صبا

نویدی کی ہائیکو نگاری)

- تراجم:

☆قوس قزح (فارسی رباعیات قوس) ۱۹۶۸ء ☆صبح بلا (ناول جیمس ہیڈلے چیز) ۱۹۷۳ء

- بچوں کا ادب:

☆گل بکاؤلی ۱۹۷۶ء ☆گل دستہ (منظومات) ۱۹۷۹ء ☆چڑیا خانہ (منظومات) ۱۹۷۹ء ☆جانو پہچانو (منظومات) ۱۹۸۸ء ☆حمد و نعت (بچوں کے لیے) ☆بچوں کی نظمیں۔

- مذہبیات:

☆محسنِ انسانیتؐ (سیرت) ۱۹۷۳ء ☆غوث الاعظمؒ ۱۹۷۳ء ☆آخری سفر ۱۹۷۷ء ☆عیادت سے تعزیت تک ۱۹۹۵ء ☆آثارِ آثار ۱۹۹۵ء ☆حج وعمرہ ۲۰۰۱ء خلاصۂ آثار ☆راہ نمائے حج۔

- بچوں کے لیے درسی کتاب: ہادی اردو پبلیکیشنز دھنباد کی فرمائش پر ایک درجن کتابیں لکھیں جو سب بہار و جھارکھنڈ کے اسکولوں میں پڑھائی جارہی ہیں ☆ہادی اردو ریڈر پرائمر ☆حصہ الف ☆حصہ ب ☆حصہ اول ☆حصہ دوم ☆حصہ سوم ☆حصہ چہارم ☆حصہ پنجم ☆ہادی اردو قواعد حصہ اول ☆ہادی اردو قواعد حصہ دوم ☆سکنڈری اردو قواعد اور کمپوزیشن۔ یہ تمام کتابیں ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۳ء تک چھپیں ☆انگریزی گرامر ۱۹۷۶ء

- ہندی رسم الخط میں:

☆سوغات (دوہوں کا مجموعہ) ☆شیرگھاٹی کی مختصر تاریخ ۲۰۰۳ء

- مذکورہ بالا مطبوعات کے علاوہ گذشتہ پچاس برس سے زیادہ کی مدت میں لکھے

گئے بے شمار مضامین و مقالات جو مختلف ادبی موضوعات پر تحریر کیے گئے ہیں وہ رسائل و جرائد کے اوراق میں محفوظ اور منتظر شیرازہ بندی ہیں۔ ان میں تحقیق و تنقید، سوانح، معاشی و معاشرتی موضوعات شامل ہیں۔

- ۱۹۸۷ء میں ''ناوک حمزہ پوری شخصیت اور علمی و ادبی خدمات'' کے عنوان کے مقالے پر ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن خاں (نسکھا) کو مگدھ یونی ورسٹی بودھ گیا نے پی. ایچ. ڈی کی ڈگری تفویض کی۔
- سراسر ہندوستان میں باقیات صالحات کے زمرے میں شمار کیسے جانے والے اُن مٹھی بھر شعراء میں جو فارسی گوئی پر بھی قدرت رکھتے ہیں ناوک حمزہ پوری کا ممتاز مقام ہے۔
- اُردو، ہندی، فارسی، عربی، انگریزی کوئی زبان ناوک حمزہ پوری کے لیے اجنبی نہیں۔ اردو، فارسی ہندی اور انگریزی چاروں زبانوں میں انہوں نے اظہار خیال کیا ہے۔ نیز ان کی کتابیں شایع ہوئی ہیں اور انعام و اکرام کے لائق سمجھی گئی ہیں۔
- اردو و فارسی شاعری کی معروف و مقتدر صنف رباعی جو اپنی فنی پیچیدگیوں کی وجہ سے بے توجہی کا شکار ہو گئی تھی کے احیاء کی کوشش کرنے والوں میں فی زمانہ ناوک حمزہ پوری کا نام سرفہرست ہے۔
- رسمی و روایتی استادی و شاگردی کے علاوہ ناوک حمزہ پوری کا ایک بڑا کارنامہ اور عظیم الشان ادبی، لسانی اور فنی خدمات یہ ہیں کہ انہوں نے ملک اور بیرون ملک کے طالبان علم و ادب کے اس نوعیت کے استفسارات کے جوابات دینے کا سلسلہ مدت مدید سے جاری کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے استفادہ کرنے والوں میں ہر عمر اور ہر استعداد کے لوگ شامل ہیں۔ وہ بھی جو خود استاد شاعر ہونے کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں اس سلسلے کی آپ کی دو تصنیف

قندیل اور پرسش و پاسخ خاصی معروف و مقبول ہوئی۔

- سراسر ہندوستان میں علم العروض پر دسترس رکھنے والوں میں بھی ناوکؔ حمزہ پوری کا نام شامل ہے۔
- القابات، انعامات و اعزازات:
- جگ ظاہر ہے کہ رسمی انعامات و اعزازات کے لیے فی زماننا علمی لیاقت اور ادبی خدمات سے زیادہ اہم سیاست و اقتدار کے گلیارے میں رسائی ہے۔ پھر ایک ایسا شخص جس نے زندگی کا بیشتر حصہ جھارکھنڈ کے دیہی علاقے میں بسر کر دیا ہو اور ریٹائرمنٹ کے بعد وطن میں گوشہ نشین ہو گیا ہو اُس کی طرف نگاہ کرنے کی زمانے کو فرصت کہاں ہے۔
- اس کے باوجود ناوکؔ حمزہ پوری کی کثیر الجہات علمی و ادبی خدمات کے پیش نظر وقتاً فوقتاً بعض اداروں اور معروف شخصیات نے آپ کو علامہ، استاد الاساتذہ، شاعر اسلام، مفتی ادب کے سے القابات سے نوازا۔
- فارسی غزل گوئی کے ایک کل ہند مسابقے میں پرشین اکادمی لکھنؤ کی طرف سے اول انعام سے نوازے گیے۔
- متعدد تصنیفات پر اردو اکادمی بہار و بنگال نے اعزازات و انعامات سے نوازا۔
- سوغات (دوہوں کا مجموعہ) پر ساہتیہ کار سنسد سستی پور کی طرف سے عبد الرحیم خاں خاناں راشٹریہ سمان سے نوازا گیا۔
- انجمن ترقی اردو (شاخ گیا) نے ۲۰۰۶ء میں اعزاز و انعام سے نوازا۔
- موجودہ پتا: دارُ الادب حمزہ پور، ڈاک خانہ شیر گھاٹی -824211

  ضلع گیا (بہار)۔ فون: 06326-222905

❀❀❀❀❀

HAZRAT NAWAK HAMZAPURI'S

MUSHAF-E-TAREEKH

EDITED BY :
SYED FARDUL HASAN 'FARD'
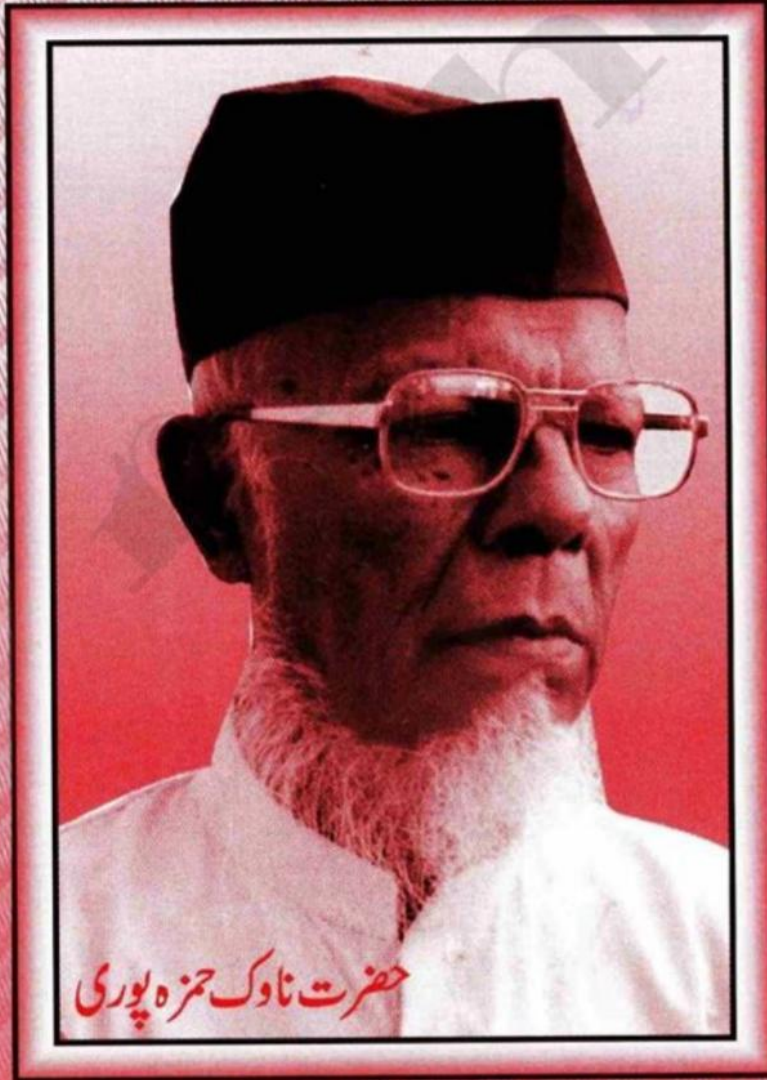
BIATUL HASAN
Quazi Muhalla, P.O. Sherghati - 824211
Dist. Gaya (Bihar)